سندھی
وائی/کافی
منتخب سندھی وائیوں اور کافیوں
کا منظوم اردو ترجمہ
امیر بخاری
اکادمی ادبیات پاکستان

سندھی وائی / کافی

منتخب سندھی وائیوں اور کافیوں کا منظوم اردو ترجمہ

امیر بخاری

اکادمی ادبیات پاکستان

پطرس بخاری روڈ، اسلام آباد

نگرانِ اعلیٰ — پروفیسر ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو

منتظم — ڈاکٹر راشد حمید

نگرانِ منصوبہ اشاعت — علی یاور

مترجم — امیر بخاری

نظرِ ثانی — امداد حسینی

ادارت — ڈاکٹر منظور علی ویسریو

پروف — محمد نعمان

اشاعت اول — 2017ء

تعداد — 500

ناشر — اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد

مطبع — NUST پریس، اسلام آباد

قیمت — مجلد: 260 روپے
غیر مجلد: 240 روپے

ISBN: 978-969-472-293-1

Sindhi Waee\Kafee

Urdu Translation of Selected Sindhi waees and kafis

By

Ameer Bukhari

Publisher

Pakistan Academy of Letters

Islamabad.Pakistan

فہرست

پیش نامہ

کتاب "سندھی وائی/کافی" منتخب سندھی وائیوں اور کافیوں کے اُردو تراجم پر مشتمل ہے۔ امیر بخاری نے یہ کتاب 1989ء میں مکمل کر کے اکادمی کے حوالے کی تھی مگر مختلف وجوہات اور حالات کے تحت یہ کتاب تشنۂ اشاعت رہی۔ جناب امیر بخاری معروف شاعر اور سندھی زبان کے ادیب تھے۔ ان کے صاحبزادے کاظم بخاری نے اپنے خطوط سے اکادمی کی توجہ اس طرف دلائی کہ برس ہا برس گزر گئے لیکن کتاب شائع نہیں ہو سکی۔ اس کتاب کا ایک خستہ حال مسودہ اکادمی کے ریکارڈ سے بمشکل تلاش کیا گیا اور اس پر کام کیا گیا۔ سندھی وائی/کافی ایسی اصناف ہیں جو تصوف اور موسیقی سے مربوط ہیں۔

جناب امیر بخاری نے اس کتاب میں نہ صرف منتخب سندھی وائیوں/کافیوں کے تراجم کیے ہیں بلکہ استادانہ انداز سے وائی اور کافی کا فرق بھی واضح کیا ہے۔ یہ کتاب جناب امیر بخاری کی عروض، موسیقی اور اصنافِ شعر پر دسترس کا اظہار کرتی ہے۔ یقیناً آنے والے لوگ بھی اس کتاب کے ذریعے سندھی وائی اور کافی سے آگاہی حاصل کریں گے اور قارئین کو بیش بہا معلومات ملیں گی۔ امیر بخاری سندھی ادب و ثقافت کی تاریخ کا بھی پورا شعور رکھتے تھے۔ اپنے حاصلِ کلام میں انھوں نے سندھ کی تہذیب، تاریخ، ادب، ثقافت، تصوف اور سندھی زبان کے سفر پر بھی عمدہ اسلوب میں لکھا ہے۔ سندھ کی دھرتی اور ثقافت کو تصوف سے خاص قربت ہے۔ اسی لیے صوفیائے کرام نے اپنی شاعری سے لوگوں کو علم و اخلاق کا اعلیٰ درس دیا۔ وائی اور کافی صوفیائے کرام کی عوام کے ساتھ محبت کی علامت اور ابلاغ کا ذریعہ تھیں۔ راگ، راگنیوں اور تالوں کے حوالے سے بھی وائی اور کافی انفرادیت رکھتی ہیں۔ امیر بخاری صاحب نے وائی اور کافی کے تکنیکی، فنی، موضوعاتی اور ہیئتی عناصر پر بھی ماہرانہ اسلوب میں سیر حاصل معلومات فراہم کی ہیں۔ تراجم کی بابت شعر و ادب کے ساتھ ساتھ ان کا تاریخ و ثقافت کا مطالعہ بھی کارفرما رہا ہے۔ اس کتاب میں شامل مختلف شعرا نے اپنے اپنے زمانے میں وائی اور کافی لکھ کر سندھی ادب میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ سندھی شاعری کا ایک عہد اس انتخاب میں شامل ہے اور امیر بخاری کا یہ کارنامہ تاریخی حوالے سے قابلِ قدر ہے۔

امیر بخاری جیسے مؤرخ، شاعر، موسیقار، محقق، ناقد، ماہر تہذیب اور ماہر سندھی زبان کے تراجم پر مشتمل یہ کتاب شائع کرنا ہمارے لیے باعث اعزاز ہے۔

کتاب میں بہت سے استاد شعرا، کے کلام کو ترجمہ کیا گیا اور اُردو دنیا کو سندھی وائی، کافی سے متعارف کرانے کے لیے یہ منصوبہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ امیر بخاری نے انتہائی محنت اور لگن سے سندھی وائیوں اور کافیوں کا ترجمہ کیا اور خاص بات یہ ہے کہ تمام زمانوں کے لگ بھگ سبھی اہم شعرا کا کلام ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک انتہائی وقیع اور اہم کتاب ہے۔ کتاب "سندھی وائی/کافی" کی نظر ثانی معروف ادیب، مدیر اور شاعر جناب امداد حسینی نے کی ہے جبکہ ڈاکٹر منظور علی ویسریو نے ادارت اور شعرائے کرام کا مختصر تعارف تحریر کیا ہے جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ امید ہے کہ اکادمی کی یہ کاوش قارئین کو پسند آئے گی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو

چیئرمین اکادمی ادبیات پاکستان

حاصل کلام

آج کا سندھ، نقشہ، دنیا پر 35-23,30-28 عرض بلد اور 10-71,42-66 طول بلد کی حدود میں ہے۔ اس کے مشرق میں ریگستان، راجپوتانہ شمال میں پنجاب و بلوچستان، مغرب میں بلوچستان کے لس بیلہ اور قلات کے علاقے اور جنوب میں زن کچھ بحیرہ عرب ہے۔ موجودہ سندھ کا رقبہ 140913 مربع کلومیٹر اور اس کی آبادی چار کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔

صدیوں پہلے وادی سندھ کے دامن میں ہڑپہ، موہن جو دڑو، مہرگڑھ، وجھوٹ، اوچ، پاری نگر اور کئی دوسرے علاقے موجود تھے۔ عربوں کے حملے تک یہ وادی پنجاب، سیستان، سراوان، جھالاوان، مکران اور دشت ندی تک پھیلی ہوئی تھی۔ ادھر اراولی پہاڑ کے علاقے بھی سندھ میں شامل تھے۔ ان دنوں وادی سندھ کی سرحدیں مشرق میں جمنا، مغرب میں بلمند، شمال میں کشمیر اور جنوب میں بحیرہ عرب تک وسیع تھیں۔

مورخ لکھتے ہیں کہ، سندھ کی پہلی مکمل تہذیب دراویدی یا دراوڑی تھی جس کے آثار موہن جو دڑو، آمری اور کوٹ ڈیجی کے ٹیلے ہیں۔ اس کے بعد کے ہزاروں برس کا تاریخی ریکارڈ موجود نہیں ہے جب اس وادی میں آریاؤں کا راج قائم ہوا تب تاریخ کی دوبارہ ابتدا ہوئی۔ آریاؤں کا زمانہ نہ رہا تو دارا اول کا دور آیا اس کے بعد سکندر اعظم، موریا خاندان، پارتھین اور کشن حکمرانوں کے ادوار آئے۔ کشن خاندان کے ایک راجے کنیشکا کے زمانے میں، سندھ میں بدھ مت کا اثر رسوخ بڑھا۔ کشن گھرانے کے بعد سندھ پر ساسانیوں کا راج قائم ہوا۔ اسی ہی دور میں ایران کے باجگزار کے طور پر سندھی خاندان سمہ ابھر کر سامنے آیا۔ آگے چل کر چچ برہمن نے سمہ حکومت ختم کر کے سندھ پر براہمنی راج قائم کیا جو عربوں کے آمد (711ء) تک قائم رہا۔

عربوں کے دور کے بعد سندھی خاندان سومرہ حاکم ہوا۔ اس خاندان کی کمزوری کی وجہ سے سندھ پر سندھی قبیلہ سمہ کی حکمرانی رہی، جب وہ کمزور پڑ گئے تو ارغونوں کا قبضہ ہوا ان کے بعد ترخان آئے۔ ترخانوں کے بعد سندھ پر مغلوں کی حاکمیت قائم ہوئی بعد میں کلہوڑہ خاندان پروان چڑھا اور

سندھ کا حکمران بنا۔ کلہوڑوں کی قوت ختم ہوئی تو تالپور بلوچ سندھ کے والی بنے۔ تالپوروں نے ۱۸۴۳ء تک سندھ پر حکومت کی ان سے برطانیہ کے فرنگیوں نے وادئ سندھ کی حکمرانی چھینی اور انہوں نے سندھ کو بمبئی سے ملا کر سندھ کا تشخص مٹانا چاہا مگر شدید جدوجہد سے سندھیوں نے فرنگیوں کو مجبور کر دیا کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کیا جائے اس طرح سندھ کا الگ تشخص دوبارہ ۱۹۳۶ء قائم ہو گیا۔

ان تمام ادوار میں سندھی زبان قائم رہی اگرچہ سنسکرت، عربی، فارسی یا انگریزی زبانوں کا دباؤ سندھی پر شدید تھا اور سندھی زبان حاکموں کی سرپرستی سے محروم تھی مگر یہ زبان ترقی کرتی رہی۔ سندھی زبان کے متعلق محققین کا کہنا ہے کہ اس زبان میں ایسی خصوصیات موجود ہیں جو کسی زبان کو زندہ رکھنے اور ترقی یافتہ بنانے کے لئے ہونی چاہئیں شاید یہی وجہ ہے کہ اب سندھی زبان تجرباتی ادوار سے گذر کر کمپیوٹر کے دور میں داخل ہو چکی ہے۔

سندھی زبان ادبی سرمایہ کے حوالے سے بہت بڑی اہمیت کی حامل ہے اس کی وسعت دریائے سندھ کی طرح بے پایاں ہے۔ اگرچہ ابتدا سے باہر کی ثقافتی یلغار کی وجہ سے سندھی زبان و ثقافت زبردست دباؤ کا شکار رہی ہے مگر سندھی علماء، شعراء، ادباء اور دوسرے لوگوں نے سندھی زبان و ثقافت کی حفاظت کی ہے۔ اس سلسلے میں لوک کہانیوں اور لوک گیتوں نے اہم کردار انجام دیا۔ کسی بھی اچھے یا برے دور میں لوک ادب نے سندھی زبان کی قوت بڑھائی اور اسے محفوظ رکھا ہے۔

سندھی زبان کو ترقی دینے کے لئے موسیقی نے بھی اپنی توانائی سے کام لیا ہے۔ موسیقی کا سازوں سے گہرا اور اٹوٹ تعلق ہے۔ سازوں نے راگوں کو اور راگوں نے شاعری کے حوالے سے زبان کو جو توانائی بخشی وہ نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان علاقوں میں جو اب سندھ کی حدود سے باہر ہیں اور کبھی سندھ کی حدود میں تھے۔ اب بھی سندھی زبان و ثقافت کے اثرات وہاں نمایاں ہیں۔ پنجاب کے بڑے حصے پر اور بلوچستان پر سندھی زبان و تہذیب کی چھاپ دیکھی جا سکتی ہے۔

وادئ سندھ کا دوسرا نام وادئ مہران ہے۔ یہ وادی دریائے سندھ، مہران یا اباسین کی وجہ سے ہی بے نظیر ہے۔ یہ وادی جس زمانہ میں جمنا اور اراولی کی پہاڑیوں سے بلمند کی زیریں جھیل تک اور کشمیر کی پہاڑیوں سے تاپی ندی تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسی زمانہ میں ہی وہاں تک سندھی زبان و تہذیب کے اثرات پہنچے جو اب تک قائم ہیں۔ رہن سہن، شادی غمی کی رسومات، عورتوں کے گہنے و زیورات، راگ، ساز، لوک گیت، لوک کہانیاں، پیری مریدی کے سلسلے، رشتہ داریاں اور بہت کچھ اب بھی قدیم سندھ کے علاقوں میں وہی ہے جو جدید سندھ میں ہے۔

لہٰذا سرائیکی، پنجابی، بلوچی، براہوی، کچھی اور لاسی ادب کا جائزہ لیا جائے تو ہر زبان کے ادب پر سندھی رنگ چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ خاص طور پر کافی روائی کا اثر رسوخ تو دور دور تک مسلسل اور متواتر دیکھنے میں آئے گا۔ علاوہ ازیں وہ ساز جو سندھ کے اپنے ہیں یا اپنے ہو گئے ہیں قدیم سندھ کی حدود میں بھی اتنی اہمیت رکھتے تھے جتنی اہمیت آج کی سندھ میں ہے۔

ہمارے صوفیائے کرام یا دوسرے شعراء نے شاعری کے حوالے سے جو اخلاقی انداز کو مستحکم کرنے اور پھیلانے کا کام کیا ہے وہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ان حضرات کو کافی روائی کی نعمت نہ ملتی تو شاید انہیں اتنی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ اب ہمارے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ کافی روائی پر بات کی جائے جس نے سندھی زبان اور تہذیب کے اثرات دور دور تک پہنچائے۔

کافی (غیر عروضی، چھندو یائی) صنف سخن کا معروف نام ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ قدیم دور کے عرب دف پر راگ گایا کرتے تھے۔ دف کفہ نامی لکڑی سے بنایا جاتا تھا۔ اس لئے دف کی لکڑی (کفہ) کا نام، گائی جانے والی شاعری پر کافی ہو کر سامنے آیا۔ دوسرے طرف موسیقی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ، کافی ایک راگ کا نام ہے، جس کا رشتہ دیپک خاندان سے ہے۔ اس سلسلہ میں وضاحت اس طرح ہے کہ، کافی، موسیقی کی ہر پیا میل ٹھاٹھ سے نکلنے والے ایک راگ کو کہتے ہیں جس کی تفصیل برسوں پہلے پنڈت سارنگ دیو نے اپنی کتاب ''رتنا کر گرنتھ'' میں دی تھی۔

کچھ محققین فرماتے ہیں کہ، ستار اور کئی راگوں، راگنیوں کے موجد حضرت امیر خسرو نے عجمی اور ہندی راگوں کے ملاپ سے کافی راگ بنایا۔ یہ راگ برصغیر میں بے حد مقبول ہوا۔ خاص طور پر سندھ، پنجاب اور بلوچستان میں اس کی شہرت زیادہ ہوئی۔ معروف روحانی اور علمی ادبی شخصیت مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کا فرمان ہے کہ: حضرت امیر خسرو نے اپنے ایجاد کردہ راگ کا نام کافی رکھا جسے سندھ اور پنجاب میں مقبولیت حاصل ہوئی اور ان علاقوں کے شعراء نے ان گنت کافیاں لکھیں۔ معروف محقق پیر حسام الدین راشدیؒ کافی کو سندھی راگ مانتے ہیں اور یہی رائے بے مثال محقق ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ، سندھی میں کافی (قافیہ۔کلمہ) عربوں کی سندھ پر حکومت کے دور میں یا اس کے بعد سندھی شعراء نے بنائی۔ انہوں نے اپنے مخصوص نغموں کے لئے کافی نام استعمال کیا ہے جو قافیہ کلمہ کی ترجمانی کرتا ہے جس کا مطلب ہے منظوم کلام۔

پیر حسام الدین راشدی کی تحقیق ہے کہ، کافی کے موجد بھٹائی (جنم: ۱۱۰۲ھ) رحلت: (۱۱۶۵ھ) نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان سے تقریباً دو سو برس پہلے سندھ میں سندھی کافی موجود تھی۔ کافی کی

خصوصیات کے متعلق سندھی کے ایک محقق عبدالحسین موسوی کہتے ہیں کہ:

- کافی کا مضمون عاشقانہ اور صوفیانہ ہوا کرتا ہے۔
- کافی مختلف راگوں، راگنیوں میں گائی جاتی ہے۔
- کافی (مسجدوں کے علاوہ) ہر جگہ پر گائی جا سکتی ہے۔
- کافی میں وصال و فراق، خوشی و سرشاری، غم و اندوہ کا ذکر ہوتا ہے۔

طالب المولیٰ کہتے ہیں کہ، کافی میں حقیقت، واقفیت اور حال کا بیان ہوتا ہے اس لئے کافی گانے اور سننے کے وقت سکون دیتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ:

''انسان کے لئے جذبات، فکر اور عمل کی پاکی اس میں ضروری ہے۔ جذبات کا تعلق دل سے، فکر کا تعلق دماغ سے اور عمل کا تعلق دل و دماغ سے ہوا کرتا ہے۔ کافی، جذبات، فکر اور عمل کی پاکی کے لئے مؤثر چیز ہے۔ ہمارے صوفیاء نے جذبات فکر اور عمل کو صفا کرنے کے لئے کافی، وائی یا دوسرے فقیرانہ کلام گانے کی محفلیں سجائیں اور سماع کے حلقے بنائے۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کو اچھائیوں کی تربیت دی''۔

ہمیں اپنے بزرگوں کی کافیوں، وائیوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی منازل طے کرنے، کرانے کا کام ہی ان حضرات کے پیشِ نظر ہوا کرتا تھا۔ بزرگوں کی کافیوں، وائیوں میں دوست، (خدا، رسول ﷺ) سے پیار کے ساتھ درد دل بھرا ہوا ملے گا۔ کافی کے مضامین میں عشقِ الٰہی و عشقِ رسول ﷺ کی قلبی وارداتیں، ذکر و فکر کی تلقین پریت میں دکھ جھیلنے کی قوت، عاشقانہ اسرار کی انوکھی کہانیاں، روح کے تقاضے اور منزل تک پہنچنے کی جدوجہد جیسی باتیں آ جاتی ہیں۔ اس لئے تو ایک معروف ویدانتی منگھا رام غلام لکھتے ہیں کہ،

''صوفیانہ کلام میں عجیب آتمک دھن بھرا ہوا ہوتا ہے جو لوگ ایشور کو ڈھونڈ لیتے ہیں ان کے لئے صوفیانہ کلام بےنظیر تحفہ ہے''۔

جدید دور میں کافی، وائی کا دائرہ تصوف تک محدود نہیں رہتا۔ آج کل سیاسی، سماجی، اقتصادی اور دوسرے دنیوی مضامین بھی کافی، وائی میں داخل کئے جا رہے ہیں۔ اس مادی دور کے مسائل جو ارتعاش پیدا کئے ہوئے ہیں وہ بھی جدید شعراء اپنی کافیوں اور وائیوں میں بیان کر رہے ہیں مگر پس منظر میں وہی حق اور سچ کی تلاش ہے۔

سندھ میں سندھی شعراء نے کافی، وائی پر کئی تجربے کئے ہیں جو اس صنف میں مزید رنگینی پیدا

کرنے میں موثر ثابت ہوئے ہیں۔ یہاں پر کافی کے کئی سانچے (فارم) بنائے گئے ہیں۔

ایک ٹُھپی (ایک بند والی کافی)

ایسی کافی کا ہر بند ایک سطر کا ہوتا ہے اور بند کے آخر میں قافیہ آتا ہے۔

جب ایک ٹُھپی کافی کا وزن چھوٹا ہو تب اسے وائی کہا جاتا ہے!

دو ٹُھپی (دو بند والی کافی)

ایسی کافی کا ہر بند دو مصرعوں (دو سطروں) کا ہوتا ہے اس میں قافیہ دوسرے بند کی آخر میں آتا ہے۔

ڈیڑھ ٹُھپی (ڈیڑھ گُنی کافی)

ایسی کافی کا ہر بند ڈیڑھ سطر کا ہوتا ہے اور آدھی سطر کے آخر میں قافیہ آتا ہے۔

اس طرح کافی کی سطریں بڑھتی جائیں گی تو کافی کی قسم بھی دوسرے نام کی ہوتی جائے گی۔

یعنی ڈھائی ٹُھپی (2 ½)

تین ٹُھپی (3)

ساڑھے تین ٹُھپی (3 ½)

چار ٹُھپی (4)

ساڑھے چار ٹُھپی (4 ½)

پانچ ٹُھپی (5)

آپ نے دیکھا کہ چھوٹی سی ایک ٹُھپی کافی کا دوسرا نام وائی ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ چیز شاہ عبداللطیف بھٹائی کی ایجاد کردہ ہے۔ یہ صنف محدود الفاظ میں وسیع تر فہم بیان کرنے میں نہایت ہی مؤثر صنف ہے۔ شاہ کے بعد کافی کے ساتھ وائی نے بھی سندھ میں اپنا اثر رسوخ بڑھایا ہے مگر دوسرے شعراء کی وائیوں نے وہ مقام حاصل نہیں کیا جو شاہ لطیف کی وائیوں کو حاصل ہے۔ اب تک ان گنت سندھی شعراء نے کافیوں کے ساتھ وائیاں بھی لکھی ہیں جو کافی کی طرح گائی جاتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ایک ہزار سے بھی زیادہ کافیوں اور وائیوں کے بلند پایہ سندھی شعراء سندھ میں شہرت پا چکے ہیں۔ اور سندھی ادب میں پانچ ہزار سے اوپر کافیوں اور وائیوں کی شایع شدہ کتابیں موجود ہیں اور کئی مسودے اشاعت کے منتظر ہیں۔ سندھی کے سب سے بڑے عالم، محقق اور مصنف ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی ''کافی'' کے عنوان سے تین ضخیم مرتب شدہ کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ ادھر سندھی کلام (کافی، وائی) کے عربی، فارسی، انگریزی، اردو، پنجابی، سرائیکی، بلوچی، براہوئی اور دوسری زبانوں میں

تراجم کا سلسلہ بھی چل رہا ہے۔

چونکہ ایک زبان کی شاعری، دوسری کسی بھی زبان میں اصل رنگ ڈھنگ میں پیش کرنا بے انتہا مشکل کام ہے اس لئے سندھی کلام کا اردو یا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کچھ زیادہ نہیں ہوا ہے اور جو ہوا ہے وہ آزاد یا نیم آزاد نوعیت میں ہوا ہے۔ کچھ شعرائے کرام نے سندھی کے کلاسیکی (غیر عروضی) کلام کا جو ترجمہ کیا ہے وہ چھند ودیائی (ماتراؤں کے) اصولوں سے ہٹ کر کیا ہے۔ کافی، وائی، ابیات یا دوہوں کا ترجمہ عروضی شاعری میں ہو، گیت رنگ میں ہو یا آزاد شاعری میں، وہ کیف وسرور پیدا نہیں کر سکتا جو، چھند ودیائی سانچے میں ہوتا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ سندھی کلام کا اردو ترجمہ اصل چھند ودیا اور موسیقی کے مطابق ہو۔

کلاسیکی موسیقی سات سروں (سرگموں) سے ترتیب پاتی ہے ان سروں کا خالص راگوں کے کسی نہ کسی ٹھاٹھ سے تعلق ہوا کرتا ہے جن کی تعداد ۴۲ ہے (٦ راگ+ ٣٦ راگنیاں) اس طرح موسیقی کی وجت (لے) کا حساب بھی طے شدہ ماتراؤں پر ہوتا ہے۔ سندھی کافی، وائی چوں کہ کلاسیکی موسیقی کے اصولوں پر گائی، بجائی جاتی ہے اس لئے اس کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر میں نے سوچا تھا کہ کافیوں اور وائیوں کا اردو میں ایسا ترجمہ ہو کہ کافیوں اور وائیوں کی روح مجروح نہ ہو۔ مجھے فخر ہے کہ اس سوچ کے مطابق میں نے سندھی کلام کو اردو میں ڈھالنے کے کام کی ابتدا کی اور اکادمی ادبیات پاکستان کے سہ ماہی جریدہ ''ادبیات'' نے میرے کیے ہوئے سندھی کلام کا اردو ترجمہ شائع کیا۔ اب میں سندھی شعرائے کرام کی سندھی کافیوں اور وائیوں کے اردو ترجمہ پر مشتمل یہ کتاب پیش کر رہا ہوں۔ یہ کام میں نے اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین کے کہنے پر کیا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے مجھے بذریعہ خط چیئرمین اکادمی ادبیات نے لکھا کہ میں سندھی شعراء کی کافیوں اور وائیوں کے انتخابات پر مشتمل دو ڈھائی سو صفحات کی کتاب ترتیب دوں جو اردو زبان میں ہو۔ یعنی انہوں نے مجھ سے سندھی کلام کے اردو ترجمہ کا مطالبہ کیا۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ ہزاروں کافیوں اور وائیوں سے انتخاب اور کما حقہ اردو ترجمہ بہت بڑا مسئلہ تھا مگر میں نے ہمت سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔

میں نے ارادہ کیا کہ ایک ایک شاعر کی دس پندرہ یا کچھ کم کچھ زیادہ کافیوں، وائیوں کا ترجمہ پیش کروں۔ اس طرح زیادہ کتب بھی ڈھونڈنی نہیں پڑیں گی اور کام بھی نسبتاً آسان ہوگا۔ مگر اس میں قباحت یہ ہوتی کہ اس طرح محدود سے چند شعراء کا زیادہ کلام کتاب میں آتا اور بہت کم شعراء کا تعارف

شاہ عبداللطیف بھٹائی

(۱۶۸۹/۹۰۔۱۷۵۱/۵۲ء) سندھ کے عظیم شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کا شمار دنیا کے بڑے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کا کلام بیت اور وائی کی اصناف پر مشتمل ہے۔ آپ کے مجموعہ کلام کو "شاہ جو رسالو" کہا جاتا ہے، جس کے کئی عالمی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ آپ کا مزار بھٹ شاہ ضلع مٹیاری (سندھ) میں واقع ہے۔

صورت میں تُو خلیل
اندر میں تو، تُو آزر ہے
صحت تب تک دور ہے
جب تک ہے تو علیل
اندر میں تو، تُو آزر ہے
نام نہیں ہے نفاق کا
جس جا رب جلیل
اندر میں تو، تُو آزر ہے
واحد کے تو وصال میں
شرک نہیں ہے دلیل
اندر میں تو، تُو آزر ہے
ظاہر مسلمان ہے
باطن قلب قلیل
اندر میں تو، تُو آزر ہے
الا! "عبداللطیف" کہے
حق کی ہو تعمیل
اندر میں تو، تُو آزر ہے

☆☆☆

شاہ عبداللطیف بھٹائی

دوست میرے گھر در آیا
موقع ملن کا پایا
بعد دنوں کے، پھر ہے ہم سے
مولا نے محبت ملایا
دوست میرے گھر در آیا
ہجر گیا اور ملاپ ہوا
رب نے سے لوٹایا
دوست میرے گھر در آیا
سنتے تھے جو دور بہت ہے،
آج قریب وہ آیا
دوست میرے گھر در آیا
عبداللطیف کہے آکر انہوں نے
فیض فضل فرمایا
دوست میرے گھر در آیا
موقع ملن کا پایا
دوست میرے گھر در آیا

سچل سرمستؒ

(۱۷۳۹ء۔۱۸۲۹ء) آپ کا اصل نام عبدالوہاب ہے۔ سچل سرمست، منصور ثانی اور سندھ کے عطار کے القاب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کی شاعری چار سے زیادہ زبانوں میں ملتی ہے۔ آپ وحدت الوجود کے نظریے کے داعی تھے۔ آپ کا مزار درازہ شریف، ضلع میر پور میرس میں واقع ہے۔

کہا میں نے: پئے دیدار، تیرے در پہ آئیں گے
لگے کہنے: نہیں ممکن، ہم اپنا رخ چُھپائیں گے
کہا دلدار سے: میں ہوں سوالی تیری الفت کا
لگے کہنے: سوال ایسا نہیں ہم مان پائیں گے
کہا میں نے: کروں گا آپ کے در کی میں دربانی
لگے کہنے کہ: دروازے کبھی کھولے نہ جائیں گے
کہا میں نے کہ: مر جاؤں تو آنا میری مرقد پر
لگے کہنے کہ: ہم ایسے نہ ہرگز غم اٹھائیں گے
کہا میں نے کہ: اے دلبر! نہ میری آبرو کم کر
لگے کہنے: ابھی کیا ہے؟ تیرا تن من جُلائیں گے
کہا میں نے: نہ ٹھکراؤ جو آیا ہے "سچوؔ" سائل
لگے کہنے کہ: خوش ہو جا،تمہیں اپنا بنائیں گے

☆☆☆

سچلؒ سرمست

چاروں اور سجن کا جلوہ، خوابوں میں ہے آیا
وحدت سے ہے کثرت پھوٹی، رنگی نے رنگ رچایا
طرح طرح کے بھیس بدل کر، اس نے خود کو چھپایا
حسن ہادی کا ہے یہ عالم، کچھ بھی نہیں ہے پَرایا
چھپا ہوا ہے سامنے آکر، کیسا یہ ہنر دکھایا
''سچہ ڈنہ'' کی صورت میں ہے، رمز نئی یہ لایا
چاروں اور سجن کا جلوہ، خوابوں میں ہے آیا

☆☆☆

سچل سرمستؒ

اپنی ذات چھپا کر، کیوں کچھ اور کہلاؤں
ظاہر کروں میں ذات کو، تو یہ جسم تڑواؤں، کیوں کچھ اور کہلاؤں
منصوری کی موج میں، انا الحق ہی گاؤں، کیوں کچھ اور کہلاؤں
وادی میں محبت کی، سر سے گذر میں جاؤں، کیوں کچھ اور کہلاؤں
اعلیٰ اعظم شان کا، عشق نقارہ بجاؤں، کیوں کچھ اور کہلاؤں
ظاہر باطن ایک ہے، میں احکام چلاؤں، کیوں کچھ اور کہلاؤں
''سچو'' سارا ہی سچ ہوا، یہ حکمت سمجھاؤں، کیوں کچھ اور کہلاؤں

☆☆☆

فقیر قادر بخش بیدل

(۱۸۱۴ء۔۱۸۸۲ء) آپ کا تعلق روہڑی (سندھ) سے ہے۔ آپ کا شمار سندھ کے ممتاز صوفی شعرا میں ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں وحدت الوجود کا عقیدہ کارفرما ہے۔ علمی و ادبی، فنی و فکری ہر اعتبار سے بیدل فقیر کا کلام اعلیٰ خوبیوں کا حامل ہے۔ انھوں نے سندھی کے علاوہ عربی، فارسی، اردو اور سرائیکی زبانوں میں بھی شعر کہے۔ نثر اور نظم میں ان کی بیس سے زائد تصانیف ہیں۔

سرِ اسرارِ حقیقی ہوں میں، صورت کو انسان میاں

ذات صفات سے رنگ انوکھا

نہیں ہے نام و نشان میاں

صورت کو انسان میاں

جسم نے مجھ کو دکھوں میں ڈالا

میں ہوں جانِ جہان میاں

صورت کو انسان میاں

''بیدل'' ہر سو نقشہ میرا لامکان ہو یا مکان میاں

صورت میں انسان میاں، سرِ اسرارِ حقیقی ہوں میں

☆☆☆

فقیر قادر بخش بیدل

سیکھ رمز وجود بھلانے کی
نہیں حاجت پڑھنے پڑھانے کی
اکھر والا میں ہے جو بھی الجھا
عشق کی منزل پہ نہیں پہنچا
اثباتی کا علم جو سیکھا ملی راہ اسے بڑھ پانے کی
ملا کبھی نہ دنیاں سے دلبر، عقل نہیں اس راہ میں رہبر
پائے رمز کوئی صوفی بے سر، شاہی طبل بجانے کی
بحرِ عمیق میں جو اترے گا، دین کفر سے وہ ابھرے گا
ہر اک بات سمجھ پائے گا، ذات صفات اپنانے کی
"بیدل" بات وحدت کی سمجھو، وہم طلسم شرک کا توڑو
جا کے عروج نزول میں لے لو
لذت آنے جانے کی

☆☆☆

لے حروف

فقیر قادر بخش بیدل

ہر رنگ میں ہے نظارا تیرا، واہ بے رنگ نیارا تُو
گھر پنو چک کے چاک ہوا ہے، صاحب تخت ہزارا تُو
واہ بے رنگ نیارا تو
لی مع اللہ وقت والا، دیتا ہے خاص اشارا تُو
واہ بے رنگ نیارا تو
بھیس وُجودی میں ہے کرتا، اپنا آپ نظارا تُو
واہ بے رنگ نیارا تو
''بیدلؔ'' کو سمجھا دے ساجن، سِر وحدت کا سارا تُو
واہ بے رنگ نیارا تو

☆☆☆

فقیر قادر بخش بیدل

میں تو ہوں اسرار، عالم سمجھے آدمی
عرش سے آ کر، فرش پر
عشق کرے اظہار، عالم سمجھے آدمی
چلتی نہیں ہے پریم میں
دین، کفر، تکرار، عالم سمجھے آدمی
بات غلامی کی نہیں
نور ہوں میں نروار، عالم سمجھے آدمی
''بیدل'' بندہ نہیں تُو، کر مجھ پر اعتبار
عالم سمجھے آدمی! میں تو ہوں اسرار

☆☆☆

فقیر محمد محسن بیکس

(۱۸۵۹ء۔۱۸۸۲ء) آپ بیدل فقیر کے فرزند تھے۔ کافی اور بیت کے بلند پایہ شاعر تھے۔ عین عالمِ شباب میں صرف ۲۴ برس کی زندگی میں وفات پائی۔ ان کے کلام میں حسن و عشق کا اظہار بہت ہی مؤثر انداز میں ملتا ہے۔ سندھی، سرائیکی اور ہندی زبانوں میں شاعری کی۔ آپ کا مزار بھی روہڑی میں واقع ہے۔

عزیزوں کی اُکیر[۱]، ہائے رلائے رات دن
میں یہاں حیران، ان کی خاطر
وہ ہنس ہنس کھائیں کھیر
ہائے رلائے رات دن
قید سے کر آزاد مجھے تُو، اے عمر جام امیر
ہائے رلائے رات دن
عزیزوں کی آس پر، اوڑی[۲] لیرو لیر
ہائے رلائے رات دن
بیکس بے بس ہو گئے ماروء[۳] میری پھوٹی تھی تقدیر
حائے رلائے رات دن
عزیزوں کی اُکیر، ہائے رلائے رات دن

☆☆☆

[۱] محبت، خلوص، عقیدت، پریت
[۲] تھر کی مخصوص اُونی شال
[۳] رشتہ دار، عزیز

خادم تمہیں پکارے، لوٹ کے آجا ساجن میرے
سوزِ فراق و دردِ تمہارا، مار کے مجھ سے مارے
لوٹ کے آجا ساجن میرے
سُن تو میرے درد کی آہیں، آجا، آجا، آرے
لوٹ کے آجا ساجن میرے
نہیں مناسب اِتنا تم کو، دور تو مجھ سے گزارے
لوٹ کے آجا ساجن میرے
''بیکس'' مانگے ہے سنگ تیرا، زندہ تیرے سہارے
لوٹ کے آجا ساجن میرے! خادم تمہیں پکارے

☆☆☆

۱؎ محبوب

بلھے شاہ

(۱۶۸۰ء۔۱۷۵۷ء) آپ پنجابی زبان کے معروف صوفی شاعر ہیں۔ سندھ کے صوفی شعرا اور بلھے شاہ کی کافیوں کی ساخت تقریباً ایک جیسی ہے۔ شاعری کے لحاظ سے بلھے شاہ اور سندھ کے صوفی شعرا خصوصاً شاہ لطیف میں بڑی فکری و فنی مماثلت پائی جاتی ہے۔

کیا جانے دم کوئی، وو یار کیا جانے دم کوئی
سپنے اندر ساجن مایا، خوشیاں کر کر سوئی
وو یار کیا جانے دم کوئی
انہو ڈیٹھوں تو نظر نہ آوے، ڈھونڈوں شہر اور روہی[1]
وو یار کیا جانے دم کوئی
چولے[2] اندر جوئی بولے، یار تو میرا سوہی
وو یار کیا جانے دم کوئی
بلھے شاہ کو شاہ عنایت، شوق شراب دِتوئی[3]
وو یار کیا جانے دم کوئی

☆☆☆

۱۔ جبل۔ پہاڑ۔ علاقہ
۲۔ پیرہن۔ قمیض
۳۔ تونے دی

فقیر روح اللہ روحل زنگیجو

(۱۷۳۴ء۔۱۸۰۴ء) روحل فقیر سندھی صوفیانہ فکر کے اہم شاعر ہیں۔ سندھی، ہندی اور سرائیکی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ ان تینوں زبانوں میں ان کے بلند پایہ اشعار ملتے ہیں۔ روحل فقیر تصوف میں وحدت الوجود کے بڑے شارح اور مبلغ ہیں۔ انھوں نے وحدت، کثرت اور ہمہ اوست وغیرہ جیسے مسائل پر نہایت خوش اسلوبی اور تفصیل سے لکھا۔

کنڈڑی[1] میں کلتار، ملا ہے رانجھا رمزوں والا یار
''وفی انفسکم افلا تبصرون''، مخفی ہے اسرار
ملا ہے رانجھا رمزوں والا یار
رمز رندوں کی کوئی نہ کھے، برہ بڑی سرکار
ملا ہے رانجھا رمزوں والا یار
وحدت والا رستہ چل تو، چلتا رہ تو یار
ملا ہے رانجھا رمزوں والا یار
''روحل'' اسی رمز میں رہنا، یہی ہے راہ قرار
ملا ہے رانجھا رمزوں والا یار

☆☆☆

۱۔ روحل کا گاؤں۔ تحصیل روہڑی

عشق ملا، من پیارے کا
پیارے، راج دُلارے کا
لوگوں کو تو موت ہی مارے
عاشق قتل نظارے کا
عشق ملا من پیارے کا
باغ جہاں میں کھل اٹھا ہے
ایک ہی پھول ہزارے کا
عشق ملا، من پیارے کا
''رُوحل'' رَین ہجر کی گذری
وقت ہے وصل سہارے کا
عشق ملا، من پیارے کا

☆☆☆

فقیر روح اللہ روحل زنلیجو

کوئی کہے روحل، روح اللہ، کوئی کہے، ذات زنلیجا
نہیں روحل، نہیں ذات زنلیجو، یہ تو سرِّ الٰہی ہے

کفر اسلام دونوں سے نیارا
جیسے جل میں قطرے تارا

دل دریا میں کھیل ہمارا
جیسے آب میں ماہی[1] ہے

کوئی جھوٹا کوئی سچا مانے
رمز رندی کی کوئی نہ جانے

وہ پیا ہمارا حال پہچانے
جس دل میں داغ سیاہی ہے

کامل مرشد رہبر آئے
''روحل'' کو روح اللہ بنائے

ذات ملی آخر ذاتوں میں
دیتا عشق گواہی ہے، یہ تو سرِّ الٰہی ہے

☆☆☆

[1] مچھلی

فقیر روح اللہ روحل زنگیجو

آنکھیں پریم پیالا! چٹیں سیکھ گئی تیں اچالی[1]
دیکھوں جہاں بے موہنی مورت، میرے ماہی والی
سیکھ گئی تیں چالی

رگ رگ اندر جھوک ہے جس دی
جگہ نہیں کوئی خالی
سیکھ گئی تیں چالی

جس دے دل میں دوست نہ دیکھا
کاٹے اس کو ناگن کالی
سیکھ گئی تیں چالی

''روحل'' رنگ ربانی رنگیا، درجہ پایا عالی
سیکھ گئی تیں چالی
آنکھیں پریم پیالا چٹیں

☆☆☆☆☆

1. مزہ، رنگ؛ ڈھنگ، چال

مراد فقیر کنڈڑی والا

(۱۷۴۴ء۔۱۷۹۶ء) سچل سرمست کے ہمعصر مراد فقیر بیت اور کافی کے اچھے شاعر تھے۔ سندھی، ہندی، سرائیکی اور فارسی زبانوں کے باکمال شاعر تھے۔ اکثر کلام ابیات پر مشتمل ہے۔ ان کے ابیات کا ایک سلسلہ "عشقیہ" کے نام سے موجود ہے، جس میں معرفت کی منازل کو تفصیل کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔

آپ سے درشن پایا، رے سادھو آپ سے درشن پایا

ہیرو اُمول ہے، تاسوں لہر لگایا

چنچل چت نہچل بھیو میرو، اُچل امر بجنتی کایا

رے سادھو! تاسوں لہر لگایا

بھینٹ کر پایا تب بندھن ٹوٹے

ست لے گور الکھ لکھایا

رے سادھو! تاسوں لہر لگایا

آشا ترشنا من گئی من کی، ملی منگل مایا

رے سادھو! تاسوں لہر لگایا

کہے "مراد" مٹی جب ممتا، بجھی تیج سمایا

رے سادھو! تاسوں لہر لگایا

☆☆☆

(ہندی کلام شبد)

ل سچے مرشد نے

مراد فقیر کنڈڑی والا

میرے پیا کو سندیسو جا کہیو
کیوں نہیں آوت کا ہے کو بیٹھ رہیو

میں تو تمری چیری، کاری نہ کرتا میری
بالم بدیش جا کے پھیری
سُدھ کیوں نہ لیو؟ کاہے کو بیٹھ رہیو

ونتی کرت تو سے، موہن ملا دو مو سے
جل جل جاؤں، پی نہ بساروں تو سے، پی
آ کے مکھ دکھیو، کا ہے کو بیٹھ رہیو

جس جس گیہ لگاؤں، من کی "مراد" پاؤں
جب سے دیکھو سجن، سندر نینو، کا ہے کو بیٹھ رہیو
میرے پیا کو سندیسوا جا کہیو

مراد فقیر کنڈڑی والا

رانجھا میرے گھر آیا سنگیاں، رانجھا میرے گھر آیا

''وفی انفسکم'' دیکھو تو سہی تو، وہ دل اندر پایا

رانجھا میرے گھر آیا

جس کو میں نے ڈھونڈا برسوں، وہی اللہ نے ملایا

رانجھا میرے گھر آیا

جس کی حقیقت ''مراد'' سنائے، اس نے فیض فرمایا

رانجھا میرے گھر آیا، سنگیاں

رانجھا میرے گھر آیا

☆☆☆

یاروں سے ہے بسنت ہمیشہ، گھر اپنا مہکاؤں گی

رُت بسنت تو آئے جائے

غیر کے سنگ نہ جاؤں گی

گھر اپنا چمکاؤں گی

باغ ہمارا باغ بہاراں

اُس میں سجن ٹھہراؤں گی

گھر اپنا چمکاؤں گی

بے حجاب سدا دل جانی

پریت ''مراد'' میں پاؤں گی

گھر اپنا چمکاؤں گی، یاروں سے ہے بسنت ہمیشہ

☆☆☆

نانک یوسف

(۱۷۹۲ء۔۱۸۵۳ء) سچل سرمست کے مرید اور شاگرد تھے اور سچل کے فکر اور خیال سے بے حد متاثر تھے۔ انھوں نے سندھی، سرائیکی اور ہندی میں شاعری کی۔ ان کا کلام ڈاکٹر تنویر عباسی نے ۱۹۸۲ء میں "نانک یوسف جو کلام" کے نام سے تحقیق کر کے شائع کیا۔

میں نے عمر بے سود گذاری ہائے ہائے جوانی میں
تو ہی ہے سمجھانے والا مجھ کو پریت جوانی میں
ان کو تو ہی پریت سکھادے جن کا حال جوانی میں
تیری اور ہی حامی ہوگی، ان کی طرح جوانی میں
غفلت اور گمراہی میں ہوں۔ گزرے دم نادانی میں
جیسی بھی ہوں تیری ہوں میں، لے لیجئے قربانی میں
درد اور غم اور ہجر میں تڑپوں۔ بھٹکوں پریشانی میں
مجھ جیسی بدکار نہیں ہے، یار تیری سلطانی میں
''یوسف'' قرب اللہ کا حاصل اللہ کی مہمانی میں
ملک ہیں ہم ''سچل'' کے نانک، لے لیگا مہربانی میں

☆☆☆

نانک یوسف

گم ہو کر دیکھ نظارا، آپ سارا محبوب کی صورت میں
دیکھ نور جمال نظر میں، تصویر نگار اندر میں
دیکھ عاشق عشق اشارہ، برہ نقارا، محبوب کی صورت میں
رکھ دھیان فقط دلبر کا، کوئی ڈر نہ خوف و خطر کا
اسم جسم کر دل سارا آخر گزارا ،محبوب کی صورت میں
جسے پریتم اپنا بنائے، پھر موت اسے کیوں آئے
ہمیں ہے یہ یقین خدارا ، کر اعتبارا، محبوب کی صورت میں
تو عشق میں بیخود ہو کر، جند جان سے بھی ہاتھ دھو کر
بجا دے عشق نقارہ اناالحق نعرہ، محبوب کی صورت میں

☆☆☆

دلبر درد مندوں کو، دلداریاں دیجئے
کشتی پہ بٹھا کر منجدھار میں نہ چھوڑ یئے، دلداریاں دیجئے
ایسی ویسی میں تیری، حال مجھ سے پوچھیے، دلداریاں دیجئے
میں لائق تو نہیں مگر اپنا کرم کیجئے، دلداریاں دیجئے
یار ''یوسف'' کی عاجزی، اب تو مان لیجئے، دلداریاں دیجئے

☆☆☆

نفع ضرر کی، خبر ہے تم کو، وقت عبادت بے خبری
بن ٹھن کے تُو ہنر چلائے، عین یہی ہے بے ہنری
کامل بزرگ نیک کہلائیں، ٹھگ ٹھگی کے چکر چلائیں
ظاہر میں پر آنسوں بہائیں، اثر نہ کوئی بے اثری
دوست بھلا کر ہوئے دیوانے، لمبے سجدے نفل دوگانے
یار حقیقی ہناں یارانے، یہ ہے سراسر بے ثمری
گئی جوانی آئی پیری، ظاہر ہوئے عنوان ظہیری
ریش سفید احوال صغیری، پھر بھی تمہیں ہے بے فکری
"اشرف" عاشق تُو کہلائے، قربانی سے دور ہو جائے
پھر اترانا تیرا ہائے، صبر کیوں تیری بے صبری

☆☆☆
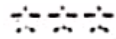
محمد فقیر گھوٹہ

(۱۸۸۱ء۔۱۹۶۰ء) محمد فقیر گھوٹہ کا تعلق گھوٹکی سندھ سے تھا۔ سلسلہ اویسیہ سے وابستہ تھے۔ ان کا کلام سندھی، سرائیکی اور فارسی میں قلمی صورت میں موجود ہے۔

پڑھ سبق اول صفائی کا، پھر ملے گا ملک بقائی کا

تم کثرت سے ہو کنارہ کش، کر وحدت ورد وفائی کا

پھر ملے گا ملک بقائی کا

چکر بازی چنتی نہیں ہے، صوفی سیر صفائی کا

پھر ملے گا ملک بقائی کا

لے لے مزہ محبوبی من میں، رہبر رنگ رسائی کا

پھر ملے گا ملک بقائی کا

رندی راز ربوبی ملیا، محمد مہر بھلائی کا

پھر ملے گا ملک بقائی کا

☆☆☆

بڈھل فقیر

(۱۸۶۵ء۔۱۹۳۹ء) بڈھل فقیر ولد عبداللہ نواب شاہ میں پیدا ہوئے۔ سمہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ بیت اور کافی کے اچھے شاعر تھے۔ تصوف کے نکات کے علاوہ ان کے کلام میں حسن و عشق کا اظہار بھی ملتا ہے۔

تیری آنکھوں کے اسرار ہزاروں حیران کئے

پیر، پیمبر، شاہ سکندر، کاتب، کافیدار، تونے مستان کئے

ان کجرالیوں نے کئی مارے، ابروں کی جھنکار، کئی دیوان کئے

عشق مجنوں کو بن میں بٹھائے، بیلوں میں رانجھا، مہر نے حمسان کئے

عشق "بڈھل" ہے بے حد مشکل، دردوں کی یلغار، کئی سامان کئے

☆☆☆

اِیسر

(۱۸۳۵ء۔۱۸۹۰ء) فقیرایسر داس درگاہ ولازا شریف کے معتقد تھے۔اسی رنگ میں ساری زندگی بسر کی۔ان کا کلام سلوک اور کافی پر مشتمل ہے۔انھوں نے اپنے کلام میں حُسن وعشق کو سوز وگداز کے ساتھ نہایت موئثر انداز میں پیش کیا۔

جس کو راول[1] رمز چکھائی
وہ دل گائے ماہی ماہی

عشق ماہی کا لائے اداسی برہ آگ بھڑکائی
ھیر رانجھے کی پریت نمایاں، دنیا کی ہے گواہی
ہر لڑکی ماں باپ کی جائی[2]، ہیر عشق کی جائی،
وہ دل گائے ماہی ماہی

سوہنی کو پریت مینہوال کی، گھر میں کیسے ٹھہرے
کچی مٹے کی پی کر پیالی، رنگ ترنگ میں آئے
ڈوبتے میں مینہوال پکارے، بیچ منجدھار ہے آئی
وہ دل گائے ماہی ماہی

دیور سسی کا پنوں لے گئے، اونٹوں پہ اس کولادے
پھرے دیوانی ہوت کی خاطر، پنوں پنوں پکارے
عشق بلوچ کا اس کو ستائے، قسمت ایسی پائی
وہ دل گائے ماہی ماہی

قلعے میں ہوئی قید مارُئی، خون کے آنسوں روئے
مانگے دعائیں، ملے آزادی اچھا دن بھی آئے گا
ہنسے کھیلے اپنی سکھیوں سے، اس کی ہے یہ دُہائی
وہ دل گائے ماہی ماہی

☆☆☆

[1] ساجن۔ محبوب
[2] جنمی

فقیر چھُٹو سانگی

(۱۸۹۲ء۔۱۹۲۲ء) فقیر چھٹو سانگی (محمد چھٹل) ولد محمد بچل سانگی کا تعلق تحصیل میرو خان ضلع لاڑکانہ سے تھا۔ سندھی کافی اور مناظرہ کے معروف شاعر مانے جاتے ہیں۔ ان کا سندھی اور سرائیکی کلام ۱۹۷۳ء میں مجموعے کی صورت میں شائع ہوا۔

دل کو کرے پاگل، رمزوں والے راز سے
کبھی بٹھائیں قریب تر، کبھی کہیں چل چل
بے غرضی کے غماز سے

قاصد کی پرواہ نہیں، خود پوچھیں پل پل
نشہ عشق کے ناز سے

نام و ذات سے واقف بھی سنیں وہ حالِ دل
پیار بھرے انداز سے

''چھٹے'' جیسا نہیں ملے گا، نینوں کو نرل[1]
کیا لڑے بلبل باز سے

☆☆☆

[1] نرم، نازک

خواجہ غلام فریدؒ

(۱۸۴۵ء۔۱۹۰۱ء) خواجہ غلام فرید سرائیکی کے عظیم شاعر ہیں۔ وہ کافی کے باکمال شاعر تھے۔ سرائیکی کے ساتھ ساتھ ان کا کچھ کلام سندھی میں بھی ملتا ہے۔ خواجہ صاحب کی خاص پہچان سرائیکی کافی سمجھی جاتی ہے۔ ان کا کلام سوز و گداز کا حامل ہے۔

عشق تیرے کے یہ انصاف، سر پہ زخم سجاؤں گا
پھر بھی احسان گاؤں گا

سجدہ جانب! تیری جانب، تیرے گرد طواف
قدم قدم جھک جاؤں گا، پھر بھی احسان گاؤں گا

تیری سیرت، صورت موہنی، عجب تیرے اوصاف
سر قدموں میں لاؤں گا، پھر بھی احسان گاؤں گا

تن من دھن جیون تیرا، سچ ہے نہیں یہ لاف
تیرے سر کی قسمیں کھاؤں گا، پھر بھی احسان گاؤں گا

ذکر فکر ہے، تیرا دم دم، میری بات ہے صاف
عہد تیرا نبھاؤں گا، پھر بھی احسان گاؤں گا

خادم نوکر یار کا ہوں میں، نہیں "فرید" خائف
یار کی منشا پاؤں گا، پھر بھی احسان گاؤں گا

خواجہ غلام فریدؒ

اے دل! تو اب کیوں ہے پریشاں
پنوں نہیں اُس پار

آؤ مل کر رہیں اکٹھے، جوبن کے دن چار
پنوں نہیں اُس پار

بادل برسیں سوکھا جائے، تھل ہو باغ بہار
پنوں نہیں اُس پار

خوش ہو کر ہم فیض ہی پائیں، روٹھ نہ ساول یار
پنوں نہیں اُس پار

تم بن میرا جینا مشکل، تجھیوں درد ہزار
پنوں نہیں اُس پار

یار "فرید" نہ بھولے ساجن، یاد رہا دلدار
پنوں نہیں اُس پار

☆☆☆

خواجہ غلام فریدؒ

ہر دل کا دلدار یار میرا
سوہنوں کا سردار یار میرا

کہیں مُلا، کہیں حق کا نعرہ منصور، سردار یار میرا
سوہنوں کا سردار یار میرا

خود ہی چھپائی راز حقیقت، خود ہی کرے اظہار یار میرا
سوہنوں کا سردار یار میرا

کہیں بلبل کہیں گل کی صورت، برگ کہیں، کہیں خار یار میرا
سوہنوں کا سردار یار میرا

کہیں ڈھولک ہے کہیں ترانہ، کہیں صوفی ہے سرشار یار میرا
سوہنوں کا سردار یار میرا

یار ''فرید'' نہیں کوئی پردہ، خود پردہ ہے یار یار میرا
سوہنوں کا سردار یار میرا

☆☆☆

مصری شاہ نصرپوری

(۱۸۲۸ء۔۱۹۰۴ء) مصری شاہ ولد بلند شاہ نصرپور میں پیدا ہوئے۔ مصری شاہ کا کچھ کلام سرائیکی، اُردو، ہندی اور فارسی میں بھی ملتا ہے۔ وہ سندھی کافی کے ممتاز شاعر تھے۔

سر قربان ، دل، آنکھیں ،جان، مال متاع ہے دولت تیری

درد علاج میں آپ سے سمجھوں، دکھ سکھ تیرے ،من میں رکھوں
دلبر تو درمان، کوئی نہ جانے ولایت تیری

''ہوت'' اگر ہوں ہزاروں جگ میں، تیرے پاؤں کی مٹی سے کم ہیں
آپ کی اعلیٰ شان، نرل! نہیں ہے نہایت تیری

ہر دو جہاں میں نعرہ جس کا، اِدھر اُدھر ہے جلوہ جس کا
اس کا پڑھوں قرآن، مجھے پڑھائے محبت تیری

دلبر تو ہے، ہم جیسوں کا، تو ہی رکھے گا، خیال اپنوں کا
سرنہنگ، لاج قربان، ''مصری'' ہونہ ملامت تیری

☆☆☆

مصری شاہ نصرپوری

خم زلف تری زنجیر، کھیلے کھیل رخ رنگیں پہ
جیسے سانپ کوئی زہریلا
بے ڈھنگ، بڑا بے پیر، کھیلے کھیل رخ رنگیں پہ
کرے سارے گھر کا صفایا
جیسے جادوگر، جاں گیر، کھیلے کھیل رخ رنگیں پہ
دے جزیہ زلف کو عالم، ساری دنیا ہوئی فقیر
کھیلے کھیل رخ رنگیں پہ
ہوئے مطیع اس کے "مصری"
کئی صاحب وحدت دیدار، کھیلے کھیل رخ رنگیں پہ
خم تری زلف زنجیر، کھیلے کھیل رخ رنگیں پہ

٭٭٭

خلیفو چھٹو درس

(۱۲۷۵ھ۔۱۳۳۸ھ) خلیفو چھٹو ولد محمد قابل سندھی کے علاوہ ہندی، اردو، فارسی اور گجراتی زبانوں کے ماہر تھے۔ خوش خط اور اچھے کاتب تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قادر الکلام شاعر تھے۔ مداح، بیت، کافی اور غزل کے باکمال شاعر تھے۔

دور دنیا سے وہ انسان، خاص خدا سے واصل جوگی

جرأت جوت جمعیت ان کی

خاص خاص ہے نیت ان کی

عشق الٰہی ودیعت ان کی

کلمہ پڑھتیں، قرآن، خاص خدا سے واصل جوگی

شہر شہر سے دور رہتیں وہ

ہو کی ہر دم بات کریں وہ

دم دم عشق عطر بانٹیں وہ

ان کے لئے کیا سود و زیان، خاص خدا سے واصل جوگی

"درس" دلاور حق کے طالب

رہتیں امارہ پہ وہ غالب

تارک دنیا، بن گئے راہب

صوفی صافی صاف جوان، خاص خدا سے واصل جوگی

☆☆☆

فتح فقیر

وفات (۱۸۴۳ء) فتح فقیر کا جنم گڑھ ضلع دادو میں ہوا۔ موزون، مدان اور کافی کے بہترین شاعر تھے۔ ان کی کافیوں میں فنی و فکری پختگی نمایاں ہے اور ان کے کلام میں وحدت الوجود کا پرچار ملتا ہے۔ وحدت الوجودی فلسفے کے ساتھ ساتھ ان کی کافیوں میں حسن و عشق کی چاشنی بھی ہے اور ہجر و وصال کا ذکر بھی۔

جس کے لئے میں بنی نمانی، مولا محب دکھائے گا

برہ سے میں ہوئی بیگانی، میری پیڑا اس نے جانی
آکر درد مٹائے گا، مولا محب دکھائے گا

میں تو اکھوں عیبوں والی، پنھل کا ہے رتبہ عالی
میرے عیب چھپائے گا، مولا محب دکھائے گا

آنے والا، آنے کو ہے، آکر وہ اپنانے کو ہے
وعدہ اپنا نبھائے گا، مولا محب دکھائے گا

''فتح'' فراق برہ کا بھاری، ساجن، ہوکر آیا شکاری
نینن بان چلائے گا، مولا محب دکھائے گا

علامہ ہدایت علی تارک ''نجفی''

(۱۸۹۳ء۔۱۹۳۹ء) علامہ ہدایت علی تارک ''نجفی'' عموا ایک ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ بیت اور کافی کے مشہور شاعر تھے۔ انھوں نے عروض شاعری اور نثر میں بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سندھی کے علاوہ فارسی، عربی، سرائیکی، پنجابی اور اردو میں بھی شعر کہے۔ نظم اور نثر میں تقریباً ۲۰۰ کتابیں تصنیف کیں۔

صوفی بھرے سنسار میں، یہ خوش رہیں اپنے خیال سے
آرام کیا آزار میں، یہ خوش رہیں اپنے خیال سے

کیا ناز میں، کیا نیاز میں
کیا سوز میں، کیا ساز میں
کیا دور کیا دیدار میں، یہ خوش رہیں اپنے خیال سے

کیا دین کیا کفران میں
کعبہ میں، کیا بتخان میں
تسبیح میں، زنار میں، یہ خوش رہیں اپنے خیال سے

کیا دن میں اور کیا رات میں
کیا نور میں ظلمات میں
کیا زلف میں رخسار میں، یہ خوش رہیں اپنے خیال سے

''نجفی'' نفی، انکار میں
اثبات کے اقرار میں
انکار میں اقرار میں، یہ خوش رہیں اپنے خیال سے

☆☆☆

علامہ ہدایت علی تارک ''نجفی''

یہ عشق نے رنگ رچایا ہے
سر اپنا میں نے جھکایا ہے

دین کفر کے توڑ کے بندھن
میں نے عشق اپنایا ہے
سر اپنا میں نے جھکایا ہے

پنجرے سے ہی نکال کے پنچھی
عرش پہ میں نے اڑایا ہے
سر اپنا میں نے جھکایا ہے

دم دم دل میں دلبر سائیں
دھواں درد اٹھایا ہے
سر اپنا میں نے جھکایا ہے

''نجف علی'' بن صادق صوفی
گیت اناالحق گایا ہے
سر اپنا میں نے جھکایا ہے

☆☆☆

علامہ ہدایت علی تارک ''نجفی''

اپنی ذات بنا، پہچانے دوجا سب کچھ خام خیال

جب تک یہ دو ایک نہ سمجھو، تب تک نہیں ہے کوئی وصال
دوجا سب کچھ خام خیال

ظاہر باطن، ذات صفت میں، ایک ہی جلوہ، ایک جمال
دوجا سب کچھ خام خیال

عرش عظیم سے اعلیٰ تر ہے، قائم تیرا قرب کمال
دوجا سب کچھ خام خیال

ملت، مذہب سے بالاتر، حاصل کر تو حقیقی حال
دوجا سب کچھ خام خیال
''تارک'' مجھ کو عشق کا نشہ، دیا خدا نے کیف جلال
دوجا سب کچھ خام خیال
اپنی ذات بنا پہچانے

☆☆☆

فقیر محمد صدیق صادق سومرو

(۱۷۵۶ء۔۱۸۴۹ء) صوفی محمد صدیق صادق فقیر ایک اعلیٰ شاعر اور اہل دل انسان تھے۔ درگاہ جھوک کے سجادہ نشیں فضل اللہ کے مرید تھے۔ شاہ عبداللطیف کے رسالہ کی طرح ان کا بھی ایک مکمل رسالہ ہے۔ ان کا صوفیانہ کلام بہت ہی اثر انگیز اور دلکش ہے۔

ساتھی ہو تیار، اونٹ آئے گا کاک[1] میں

موہل تک رانا گیا، چھوٹا انتظار
اونٹ آئے گا کاک میں

وہ اندھے کہلائیں گے دیکھیں یاں نہ جو یار
اونٹ آئے گا کاک میں

لوٹا کوئی بھی نہیں، دیکھ کر وہ پار
اونٹ آئے گا کاک میں

''صادق'' چل سکتا نہیں، یاں کوئی عیار[2]
اونٹ آئے گا کاک میں

☆☆☆

[1] موہل کا مسکن
[2] چالاک، مکار

مولانا عبدالغفور ہمایونی ''مفتون''

(۱۸۴۵ء۔۱۹۱۸ء) مولانا عبدالغفور جیکب آباد کے گاؤں ''ہمایوں'' میں پیدا ہوئے۔ مولانا اپنے دور کے بڑے ادیب، عالم اور شاعر تھے۔ ان کے کلام میں درد اور سوز نمایاں طور پر ملتا ہے۔ ان کی تصنیف ''فتویٰ ہمایونی'' ان کے علمی کمالات اور فضائل کا ثبوت ہے۔

تیری صورت گل گلاب کہوں
یا شمس کہوں مہتاب کہوں

تیرے رخ روشن کو ماہ کہوں
یا مظہر، نور اللہ کہوں
یا مسجد کی محراب کہوں

تیرے لعل لبوں کو لال کہوں
عقیق، یمن کی مثال کہوں
یا قند، سرخ عناب کہوں

دل ''مفتون'' کا میں مست کہوں
یا مست سُرور الست کہوں
یا شوق میں تیرے کباب کہوں

☆☆☆

جلال کھٹی

جلال کھٹی، کلہوڑہ دور سے تعلق رکھتے تھے اور شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے ہمعصر تھے۔ وہ سندھی لوک ادب کی صنف ''سنگھار'' کے باکمال شاعر تھے۔

ذور گئے دلدار، شاید ان کو یاد نہیں میں

قسمت لائی قید میں، میں بے بس لاچار
شاید ان کو یاد نہیں میں

آ کر عمر کوٹ[1] میں، ہوئی بے اختیار
شاید ان کو یاد نہیں میں

میخیں میرے من میں، اتریں لاکھ ہزار
شاید ان کو یاد نہیں میں

مجھ کو یہ امید ہے، جاؤں ملیر[2] کے پار
شاید ان کو یاد نہیں میں

کہے جلال ملادے جانی، جو میرے غم خوار
شاید ان کو یاد نہیں میں

☆☆☆

۱ جہاں مارئی کو قید کیا گیا تھا
۲ مارئی کا گاؤں

شاہ نصیرالدین نصیر

(۱۸۰۶ء۔۱۹۰۰ء) سید نصیرالدین شاہ درگاہ عبدالغنی نوشہرو فیروز سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے دور کے عالم فاضل شخص تھے۔
آپ سندھی، اُردو، سرائیکی اور فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔

غمزوں سے ہی غلام، کیا ہے یار نے ہم کو

عشق نے سب آرام گنوایا
دے کے برہ بدنام، کیا ہے یار نے ہم کو

دین کسی کو، دنیا کسی کو
مجھ کو عشق انعام، کیا ہے یار نے ہم کو

عشق ''نصیر'' یہ تیرا بائے
کھانا پینا حرام، کیا ہے یار نے ہم کو
غمزوں سے ہی غلام، کیا ہے یار نے ہم کو

☆☆☆

حافظ عبداللہ

(۱۸۸۹ء۔۱۹۵۰ء) حافظ عبداللہ بسمل ولد حافظ یوسف ایک عالم شخص تھے۔ قرآن پاک کے حافظ اور فارسی زبان پر مہارت رکھتے تھے۔ غزل ان کی پسندیدہ صنف تھی۔

مرا تو ہے مرے محبوب قول اقرار سے مطلب
میرا تو ہے پیا کے، پیار کے اظہار سے مطلب

مسحر ہو کے میں مدہوش ہو جاؤں مجالس میں
مرا دن رین ان کے، زلف اور رخسار سے مطلب

طمع ان کی ہی دل میں ہے، طبیبوں کے ہوں میں تابع
دوا دیں گے محبت کی، مجھے ہے پیار سے مطلب

بٹھائیں مجھ کو اپنے ہاں، سُنیں وہ حالِ دل میرا
میں چھوڑوں ان کا دامن کیوں؟ مجھے دلدار سے مطلب

الستی عشق ''عبداللہ'' رگِ رگِ میں رواں لاشک
کروں سجدے حسینوں کو، صفت سنگھار سے مطلب

☆☆☆

حافظ ہادی ڈنو

(وفات: ۱۹۱۷ء) حافظ ہادی ڈنو ماڑی ضلع سکھر کے رہائشی تھے۔ بیت اور کافی کے باکمال شاعر تھے۔ ان کے کلام میں تصوف اور حسن وعشق کے موضوعات انتہائی عمدگی سے بیان ہوئے ہیں۔

جو خوش ہیں ملامت پر
اصل عاشق وہ کہلائیں
برہ بدنام جو پائیں
حلاجی[1] حال میں آئیں
صدا پر سر بھی دے جائیں
وہی رُتبہ بڑا پائیں
اصل عاشق وہ کہلائیں

برہ کی بات ہے بھاری
یہ سر پر خلق کی خواری
وہیں پر عشق اظہاری
ملامت شوق فرمائیں
اصل عاشق وہ کہلائیں

ملامت بات مردانہ
نہ سمجھے راز بیگانہ
برہ بن جو وہ دیوانہ
بھلے بزرگ ہی بن جائیں
اصل عاشق وہ کہلائیں

یہ ''حافظ'' عشق کی باتیں
یہ ہیں وحدت کی برساتیں
یہی جیتیں یہی ماتیں
جو عاشق دار پر آئیں
اصل عاشق وہ کہلائیں

☆☆☆

[1] حسین بن منصور حلاج کی ریت

شاہ عنایت رضوی

(۱۲،۱۱ صدی ہجری) شاہ عنایت رضوی تصوف کے قادری طریقہ کے بزرگ تھے۔ شاہ عنایت نے اپنے کلام میں سندھی وائی کو کمال بخشا۔ تصوف و طریقت کے ساتھ ساتھ دیگر موضوعات کے متعلق اُن کا ابیات اور وائیوں پر مشتمل رسالہ بھی ملتا ہے، جس میں بائیس مختلف موضوعات پر مشتمل ۱۴۷۱ ابیات اور ۴۰ وائیاں شامل ہیں۔

کہوں گی سکھیوں سے، اپنا حالِ زار
میں تو تھر جاؤں گی

مولا کبھی نہ کرے، اپنوں سے بیزار
میں تو تھر جاؤں گی

بھولوں میں ممکن نہیں، سکھیوں کے سنگھار
میں تو تھر جاؤں گی

جا کر اپنے دیس میں، کروں خود سے پیار
میں تو تھر جاؤں گی

الٰہی عنایت[1] کا، سیدؐ[2] ہے سردار
میں تو تھر جاؤں گی

☆☆☆

[1] عنایت
[2] نبی کریم ﷺ

صاحب ڈنہ فاروقی

(۱۶۹۷ء۔ ۱۷۸۸ء) صاحب ڈنہ فاروقی جو محمد حافظ بھی کہلاتے تھے، شاہ عبداللطیفؒ کے ہمعصر تھے۔ وحدت الوجود کے مبلغ تھے اور اس کے ترجمان اور شارح، سچل سرمست کے دادا تھے۔ ان کا زیادہ تر کلام ابیات پر مشتمل ہے۔ اسی کے ساتھ کافی پر بھی طبع آزمائی کی۔

جاؤں کیوں اُس پار، جانی میری جان میں

سمجھ گئی میں سکھیو
دل میں ہے دلدار، جانی میری جان میں

قائم میرے قلب میں
''کیچ دھنی''[1] کو بیار[2]، جانی میری جان میں

اِدھر اُدھر میں کیوں پھروں
پہلو میں ہے یار، جانی میری جان میں

''نحن اقرب'' نزد تر
پیارے کا ہے پیار، جانی میری جان میں

سانسوں میں ہے رچا بسا
دل کا دھنی، دلدار، جانی میری جان میں

''صاحب ڈنہ'' سُہنا سجن،
میرا ہار سنگھار، جانی میری جان میں

☆☆☆

۱۔ کیچ مکران کا مالک یعنی پنوں
۲۔ کیچ کا والی یعنی پنوں

واسوانی

میلا رام منگترام واسوانی سندھی ادیب اور شاعر تھے۔ ''سندو ساہتیہ'' نامی ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ جس کے ذریعے بہت سی کتابیں شائع کیں۔

نہ تو دنیا سے یاری ہے، نہ ہی اس سے کنارا ہے
نہ لینا ہے نہ دینا ہے، نہ حیلہ ہے نہ چارا ہے

نہ اپنوں سے محبت ہے، نہ ہی غیروں سے نفرت ہے
میں سب کو حق سے دیکھوں، یہی میرا نظارا ہے

نہ تو شاہی میں شاداں ہوں، نہ ہی غم ہے گدائی میں
جو مل جائے وہ اچھا ہے، یوں ہی میرا گذارا ہے

پرے دین اور دھرم سے میں نہ ملّت سے کوئی مطلب
نہ مسلم گبر[1] اور ہندو، مرا تو پنتھ[2] نیارا ہے

☆☆☆

[1] آتش پرست
[2] مسلک

پیر اصغر شاہؒ

(۱۸۱۶ء۔۱۸۴۸ء) پیر اصغر شاہ اپنے دور کے بڑے عالم فاضل شخص تھے۔ وہ عالم اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک برجستہ اور منتظم شخص تھے۔ ان کے کلام کو ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے مرتب کیا ہے۔ اصغر شاہ کے کلام میں ان کی کافیاں نمایاں ہیں۔ ان کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں خیالات اور جذبات فن کی بلندیوں کو چھوتے نظر آتے ہیں۔

پریتم کی پھر ہے خبر خاص آئی
میں نے راستوں میں ہے خوشبو بچھائی

وہ آئے تو آئی ہیں پھر سے بہاریں
کہ شاخوں پہ پھولوں نے مشعل جلائی

گئے غم الم سب، نہیں کوئی غم اب
کہ سبزہ ہی سبزہ ہے ساری خدائی

یہ باغوں میں بھونرے، یہ گلشن میں بلبل
یہ پھولوں نے گالوں پہ لالی لگائی
کہا "شاہ اصغر" نے سچ ماہ رُو سے
بنا تیرے سب عمر میں نے گنوائی

☆☆☆

جیوت

جیوت سنگھ دیہانت ۱۸۹۹ء قنبر میں ہوا۔ بیت اور کافی کے اچھے شاعر ہو گزرے ہیں۔

تُو ہی تُو ہے ، تُو ہی تُو ہے مرشد نے سمجھایا ہے
ہرسُو تو اور تیری صورت، تیرا روپ سمایا ہے
کھیل بھی تو، کھلاڑی بھی تُو، کھیل عجیب رچایا ہے
مرشد نے سمجھایا ہے

نام بھی تُو ہے، نامی بھی تُو،کوئی فرق نہ پایا ہے
نام بنا بے نام بھی تُو ہے، آپ میں آپ چُھپایا ہے
مرشد نے سمجھایا ہے

جام بھی تُو ، ساقی بھی تو ہے، تُو نے گھونٹ پلایا ہے
شیام بھی تُو ہے، گوپی بھی تُو ، میں نے بھید یہ پایا ہے
مرشد نے سمجھایا ہے

گُرو تُو ہی، بید بھی تُو ہی، ''جیوت'' جوت جگایا ہے
تیری قدرت تُو ہی جانے، کسی نے انت نہ پایا ہے
مرشد نے سمجھابا ہے

☆☆☆

صورت بہار

جس دل کو خدا یاد ہے آباد ہمیشہ
آباد ہمیشہ سے ہے وہ دل شاد ہمیشہ

جس دل نے دیا دان میں تن اور من اور دھن
ملتی رہی اس دل کو ہے امداد ہمیشہ

جس دل کو غم اللہ کے ملنے کا ہو ہر دم
اس دل کے الم غم ہوئے برباد ہمیشہ

جو قرض اٹھاکے بھی مریضوں کو کھلائے
وہ قرض سے اور مرض سے آزاد ہمیشہ

ہرا نام[1] پہ جس دل نے کیے اپنے سبھی کام
اس کو تو سر انجام ہے ہر داد ہمیشہ

''صورت'' وہی ہے دھیان میں اور گیان میں ہر پل
بھولے نہ اسے، یاد رکھا یاد ہمیشہ

☆☆☆

[1] وشنو، بھگوان

پیرغوث محمد شاہ ''پیرل''

دیکھوں راہیں آئے یار مرا
میرے سر کا دھنی سردار مرا

دل چھین گیا میں دیوانی ہوئی
وہ روٹھ گیا میں بیگانی ہوئی
کیسی مجھ پر یہ مہربانی ہوئی
اس نے ٹھکرایا ہے یوں پیار مرا

دیکھ کیسی میری تقدیر بنی
میری بگڑی ہوئی تصویر بنی
میں تو کھڑی ہوں پر تقصیر بنی
دکھ دور کرے دلدار مرا

یاں ''پیرل'' زندہ ہے کوئی دم
پر یار ابھی بھی ہے برہم
ہیں ''غوث'' ہزاروں لاکھوں غم
آجا بیڑا کر، اُس پار مرا

☆☆☆

محمد قاسم ''قاسم''

(۱۸۰۶ء۔۱۸۸۱ء) آخوند محمد قاسم ایک بلند پایہ شاعر تھے۔انھوں نے سندھی، ہندی، اُردو، فارسی اور عربی میں شعر کہے اور ان کے چار شعری دیوان موجود ہیں۔

گُن والوں کی پریت، اوگن سے نا سُدھرے سادھو
گُن والوں سے اوگن کرنا، یہ تو جھوٹی ریت
اوگن سے نا سُدھرے سادھو
لنکا کو ہنومان نے جلایا، راون لے گیا سیتا[1]
اوگن سے نا سُدھرے سادھو
ٹھاکر دوارے پنڈت سُدھرے، مومن بیچ مسیت
اوگن سے نا سُدھرے سادھو
''قاسم'' جنتر ہاتھ میں لے کر، گاؤں گُن کے گیت
اوگن سے نا سُدھرے سادھو
گُن والوں کی پریت

☆☆☆

[1] سیتا

امید علی

جن کا ناز والوں سے ہے ناتا، وہی تو شہرت پائیں گے

ناز والوں نے اپنا ناز دکھایا
دونوں جہانوں میں ہے جلایا
لوگوں نے ان کی پریت سے روکا، ان کی جدائی میں مر جائیں گے

ان کے ہیں، اور ان کے رہیں گے
ان کے لئے ہم سر دے دیں گے
ان سے ہے پختہ تعلق اپنا، ہم عشق میں رتبہ پائیں گے

''امید علی'' کے بس میں نہیں ہے
ہم ہیں کہیں اور یار کہیں ہے
دن اور رین پڑا ہے رونا، پھر بھی ان کے ناز اٹھائیں گے

☆☆☆

صوفی خوش خیر محمد فقیر

(۱۷۹۰ء۔۱۸۷۷ء) صوفی خوش خیر محمد کافی کے نمائندہ شاعر تھے۔ ان کی کافی کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ ان کے کلام میں رنگینی اور روانی بھی ہے اور فکری بلندی بھی ہے۔

مرنے سے پہلے ہم مر گئے ہیں، جی کے فنا سے بچ نکلے ہیں

ایک کا نام لیا ہے ہم نے

دوجے نام نفی ہو گئے ہیں، جی کے فنا سے بچ نکلے ہیں

آنکھوں میں اثبات ہے باقی

''اِن حدود سے نکل گئے ہیں، جی کے فنا سے بچ نکلے ہیں

''خیر محمد'' ہے، خیال فقط اک

راز اسی میں ہم رہتے ہیں، جی کے فنا سے بچ نکلے ہیں

☆☆☆

صوفی خیر محمد فقیر خوش

حسینی آؤ حاضر ہو
قلندر لعل مروندی
تری ہرنو عملداری
سرِخم ہند سندھ ساری
کابل کشمیر قندھاری
بلخ بیروت سمرقندی

تو ہے حسنین کا پیارا
فقر کا راہبر اچھا
کرو ملعون پر حملہ
نکالو قید سے بندی

نہ کوئی دیر ہو جانی
مدد کر شاہ سیوہانی
تیری ہی ہو مہربانی
آجا کر کے کمر بندی[1]

مدح خوش خیر محمد کی
نہیں مجھ کو فکر کوئی
ہمیشہ ہو نیازمندی
تو ہو دل شاد خورسندی[2]

☆☆☆

[1] تیار ہو کر
[2] شادان، فرحان

شیر علی

دل عشق کے سہارے بڑھ کر پڑا بحر میں
کشتی کی طرح دل ہے، دریا کی ہر لہر میں

ہاں دور تھا کنارہ، کوئی نہ تھا جزیرہ
ملاح کے سہارے، ہوئے پار دم پہر میں

پیالے میں بھر کے مجنوں پیتا ہے زہر قاتل
ہوگا ہمیشہ خوش خوش، یہ ذوق کی زہر میں

دیکھا جلالِ سندھوؔ[1] ملاح اوٹے پیچھے
بڑھتے رہے ہیں عاشق، منجدھار پُر خطر میں

دریا کی دہشتوں سے، سہمے ہیں سورما بھی
واں "شیر علی" یہ عاشق، دیکھے گئے سفر میں

☆☆☆

[1] سندھو دریا

دریاخان

(۱۷۶۵ء۔۱۸۵۳ء) دریاخان اپنے دور کے بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کا کلام سندھی، ہندی اور سرائیکی میں بھی ملتا ہے۔ ان کے کلام میں خودشناسی اور خدمت خلق کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔

یہ راز اس حُسن کا، اسرار میرے مَن میں
سجان روپ سارا، مولا ہے انجمن میں

ان کا یہ عشق کیا ہے
سامان سب لٹائے، خود اپنا سر گنوائے
گلزار ہے اگن میں

اپنے ہی دل میں دیکھی
ہر جگہ صورت ان کی
کیا ذاتی کیا صفاتی، ہے چاندنی چمن میں

''دریا خان'' حق، حق ہے
کوئی نہیں فرق ہے
میرے لئے سبق ہے، ہے معرفت جو مَن میں

☆☆☆

دریا خان

آ رے کاگا[1] دے حال مجھے میرے دل والوں کا
دل والوں کا متوالوں کا

آگ میں ڈالوں عمر[2] کے بنگلے
پھینکوں دہری[3] کنٹھ مال، آ رے کاگا
دے حال مجھے میرے دل والوں کا

میں نا پہنوں عمر کا ریشم
سر پہ ہے کھیت[4] کی شال، آ رے کاگا
دے حال مجھے میرے دل والوں کا

''دریا خان'' میں قید میں روؤں
ہائے ہائے یہ حال، آ رے کاگا
دے حال مجھے میرے دل والوں کا

☆☆☆

[1] پیغام لانے والا کوا
[2] سومرہ سردار، ماروی کو لے جا کر قید کرنے والا شاہ وقت
[3] گلے میں پہننے والا چاندی کا زیور
[4] ماروی کا منگیتر

دریاخان

اکل کلا، کھیل کھیل کھیلارا
کھنڈ برہمنڈ مایا، سو نیارا

جوگی نہ جوگ، پون نہیں پانی
بن جھیا کی اگنی وانی
چندر نہ سوریا[1] گگن ناہیں تارا

تیرتھ ورت، گنگا ناہیں کاشی
ناہیں پاتھر[2] پوجا واسی
ناری نہ پُرکھ[3] نہیں اوتارا

ہندو نہ ترک نہیں اوجھوتی،
نا وہ مات[4] پتا[5] ناہیں پوتا
آپ سوں آپ بھیا نرادھار[6]
روپ نہ ورن[7] لکھیو نہیں جاوے
کوپ[8] کی چھایا، کوپ سماوے
حد بے حد بھیا بے پسارا
کھنڈ برہمنڈ مایا سو نیارا

☆☆☆

[1] سورج [2] پتھر [3] مرد [4] ماں [5] باپ
[6] بے سلسلہ نسب [7] رنگ [8] غصہ

میر علی نواز علوی

(۱۸۵۱ء۔۱۹۲۰ء) میر علی نواز علوی شکار پور کے علوی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ عربی، فارسی میں مہارت رکھتے تھے۔ علاوہ متداولہ علوم و فنون میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ متعدد علمی موضوعات پر ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ وہ بیک وقت سندھی، سرائیکی اور فارسی کے صاحب طرز شاعر تھے۔

کب آئے گا مرے آنگن ، دوبارہ یار دل جانی

حسن اپنا دکھا کر وہ
گیا عاشق منا کر وہ
برہ اگنی لگا کر وہ، گیا ہے دے کے حیرانی

گیا ہے چھوڑ کر دلبر
گرے پتھر میرے سر پر
مرا ہے حال اب ابتر، بڑھی میری پریشانی

ملے دیدار دلبر کا
سجے سردار سرور کا
دیکھوں رخسار رہبر کا، میں دوں جند جان قربانی

وہ ''علوی'' میرے ہاں آئیں
میں ان کو، وہ مجھے پائیں
مرے غم درد مٹ جائیں، دکھائیں اپنی پیشانی

☆☆☆

منگھارام غلام

جوگی پیارے یار ہمارے، مُرلی بین بجا کر
عقل چُرا کر لے گئے

ناد نفیلیں سنکھ بجا کر، اندر جوش جگا کر
عقل چُرا کر لے گئے

میرے دل پر قبضہ کر کے، جادو منتر گا کر
عقل چُرا کر لے گئے

سینے اندر آگ لگی ہے، میرا جگر جلا کر
عقل چُرا کر لے گئے

بے بس ہوا ''غلام'' بچارا اس کو ناچ نچا کر
عقل چُرا کر لے گئے

☆☆☆

سید رکھیل شاہ صوفی رکھیل

بلوچستان کے صوفی بزرگ سید رکھیل شاہ کافی کے بلند پایہ شاعر ہو گزرے ہیں۔ ان کا کلام بلوچستان کے علاقے کچھی کی سندھی کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان کے کلام میں سندھی الفاظ کے ساتھ ساتھ بلوچی کے الفاظ کا امتزاج بھی ہے۔

میں نے بھلائے دو جہاں
دل میں مرے دلبر ملا
جب موج مستی دیکھ لی
دنیا سے دوری ہو گئی
ہستی عقل چھٹتی بنی
صورت اندر سرور ملا
ہر کام اور ہر حال میں
ہر اک تجد، اک خیال میں
جب آنکھ باطن کی کھلی، اسی وہاں انور ملا
ہے رمز رندی حال سے
پھر بھی قلندر نا ہوئے
جب عشق ''رکھیل'' کو ملا، اس وقت ہی پرور ملا

٭٭٭

محمد فقیر کھٹیان

برطانوی دور کے بیت اور کافی کے اچھے شاعر تھے۔ فن اور فکری بلندی کے اعتبار سے ان کا کلام اعلیٰ پایے کا ہے۔

خیال کا مطلب خیال میں ہے
غرقِ خیال ہو، بنو خیال
خود کو گنوانا، خود کو پانا
حیرت والے حال میں ہے
غرقِ خیال ہو، بنو خیال

''مُوتُوا قبل ان تموتوا''[1]
یہی تو راہ وصال میں ہے
غرقِ خیال ہو، بنو خیال

''أنا احمد، بلا میم''[2]
برحق بات مثال میں ہے
غرقِ خیال ہو، بنو خیال

''محمد'' دیکھ امراج میں دیکھ
کتنا قرب کمال میں ہے
غرقِ خیال ہو، بنو خیال

☆☆☆

۱ جو مرنے سے پہلے مرتا

۲ میم کے بغیر احمد یعنی احد

دولہ دریا خان

(وفات ۱۸۹۱ء) دولہ دریا خان ایک حقیقت پسند شاعر تھے۔ ان کی کافی میں جہاں تصوف کا رنگ جھلکتا ہے وہاں حُسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے۔ ان کی کافیاں معاشی اور معاشرتی حالات کی عکاسی نظر آتی ہیں۔ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک زندہ دل اور ظریف الطبع شاعر بھی تھے۔

تیرے درشن نے دلبر، لیجئے خبر
من میرا مستان کیا
تیری پریت نے دل کو
دیا ہے غم کا شر، لیجئے خبر
من میرا مستان کیا
تم بن میرا بدیس میں
راہ نہ کوئی رہبر، لیجئے خبر
من میرا مستان کیا
آخر میں تیری، تو ہوں
ہو نہ تو تنگ نظر، لیجئے خبر
من میرا مستان کیا
دلبر "دریا خان" کو
عشق کرے گا امر، لیجئے خبر
من میرا مستان کیا
تیرے درشن نے دلبر

☆☆☆

محمود فقیر کھٹیان

(۱۸۵۲ء۔۱۹۰۷ء) محمود فقیر ولد علی خان کھٹیان سندھی اور سرائیکی کے باکمال شاعر ہیں۔ ان کی مزاحیہ شاعری بھی مشہور ہے۔ وہ سندھی بیت اور کافی کے معروف شاعر ہو گزرے ہیں۔

میرا جھوے جُھوے تن، میرا موج میں آیا من
کون رہے گا یاں قید میں دیکھوں گی، ساجن
آئے گا دن ہو جاؤں گی، قید سے میں تو بَری
ہَس، دوہری، کنٹھ مال، کڑولے، جلادوں گی زری[1]
میرے لئے یہ عمر کے گہنے زہر ہیں بات کھری
جھابا، جھومک، جھالر، چُوڑا، بینسر، بولا[2] بن[3]
میرا جھوے جھوے من

الف الہٰی، میں یہ دیکھوں، برحق کے ہیں بیان
صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، فائق کا فرمان
عمر[4] کی فوجیں جابر، ظالم، در پر کئی دربان
قلعے کی دیواریں دیکھوں تو کانپے ہائے بدن
میرا جھوے جھوے من

بادل برسے تھر بر پر طوفانی چھچھکار[5]،
بجلی چمکی، بادل کڑکے، چھائے میگھ ملھار
بڑے ادب ایمان کے مالک، سانگی[6] جام[7] سنگھار[8]
پنہواروں کا پیر ہمارا، پردہ رکھے گا پَتن[9]
میرا جھوے جھوے من

عمر کا سونا، مٹی میں پھینکوں، موتی کیا مرجان
باغ عمر کے داغ دلوں پر، اپنوں کے ارمان
محلوں میں ''محمودؔ'' کہے، ہے پل دو پل گزران
رنگ محل میں، میں نہ رہوں گی، یاد کروں ساجن
میرا جھوے جھوے من

☆☆☆

[1] زیورات کے نام   [2] سندھی عورت کے زیور سونا   [3] گڑھے میں پھینک دو یہ بادشاہ عمر
[4] صاف صاف   [5] زیورات کے نام   [6] خانہ بدوش
[7] سردار   [8] عزیز و اقارب   [9] لاج

نواب فقیر ولی محمد خان لغاری

(۱۷۵۱ء۔۱۸۳۲ء) نواب فقیر ولی محمد خان لغاری "ولی" فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا سندھی میں بھی کلام ملتا ہے۔ ان کے شعری ذخیرے میں ایک دیوان، دوہڑے، قطعے اور ایک "سی حرفی" موجود ہے۔ وہ ایک قدآور شاعر تھے۔

ملاقات محبت سے ہوئی
میری اس نے کی دلجوئی
افتراق وصال نہ ہے
ملیں آنکھیں تو میں روئی
میری اس نے کی دلجوئی

دیکھا اس کو میں نے دل میں
رہا قطرۂ غیر نہ کوئی
میری اس نے کی دلجوئی
پھر سارا جہاں کھل اٹھا
تیری زلف جو برہم ہوئی
میری اس نے کی دلجوئی

تیرا حال یہ "ولی محمد"
ایسا عشق کرے نہ کوئی
میری اس نے کی دلجوئی

☆☆☆

حمل فقیر لغاری

(۱۸۰۹ء۔۱۸۷۲ء) سندھی اور سرائیکی زبانوں کے بلند پایہ شاعر تھے۔ان کا اپنا خاص اسلوب تھا۔ان کے بعض اشعار ضرب المثل بن گئے۔ان کی شاعری میں حُسن وعشق اور ہجر و وصل کے علاوہ معاشی اور معاشرتی حالات کی عکاسی بھی نہایت مؤثر اور حقیقت پسندانہ پیرایے میں کی گئی ہے۔

سُنو شوق میرے کا شور، شور وے لوگو
سُنو شوق میرے کا شور
رانجھے جیسا اور نہ کوئی ، ہے محبوبوں کا مور
مور وے لوگو
سُنو شوق میرے کا شور

آنکھیں میری ان سے لاگیں، ہائے وے زوری زور
زور وے لوگو
سُنو شوق میرے کا شور

لوگ اسے مہینوال ہیں کہتے، ہے جو دلوں کا چور
چور وے لوگو
سُنو شوق میرے کا شور

اس کی ''حمل'' پر ہوئی نوازش، ہوا غریب کا غور
غور وے لوگو
سُنو شوق میرے کا شور

☆☆☆

حمل فقیر لغاری

لوٹ کے آ منٹھار یار
تم بن میری روح پریشاں
مجھ سے اے میرے پریتم
اتنا کیوں بیزار یار
تم بن میری روح پریشاں

میرے من میں اگن لگائے
تم بن میگھ ملہار یار
تم بن میری روح پریشاں

تم بن ساجن سر پہ میرے
برہ کا بھاری بار یار
تم بن میری روح پریشاں

''حمل'' ہر دم تم سے مانگے
تیرا ہی دیدار یار
تم بن میری روح پریشاں
لوٹ کے آ منٹھار یار

☆☆☆

حمل فقیر لغاری

آ میاں[1] ڈھولن[2] آ، مولی نے، بادل برسائے
آ میاں ڈھولن آ

جا میاں قاصد خبر دے کوئی میاں، کوئی تو حال سنا
کیا قصہ ہے، کیوں نہیں آئے
آ میاں ڈھولن آ

بڑے ادب سے، کہنے پچھ یوں میاں، میری ہے التجا
دن اتنے کیوں دور لگائے
آ میاں ڈھولن آ

بھیگا دیس آیا وقت ملن کا میاں، میرے ہاں آجا
میں نے تیرے لئے کاگ[3] اُڑائے
آ میاں ڈھولن آ

”حمل“ ہر دم حمد ہزاروں میاں، ہر ایک دکھ گیا
آیا ساجن سو سکھ پائے
آ میاں ڈھولن آ

☆☆☆

[1] وارث، مالک [2] پیارا، محبوب [3] پیغام لانے، لے جانے والا کوا

علامہ تاج محمد امروٹی حسنؔ

(۱۸۴۴ء۔ ۱۹۲۹ء) مولانا تاج محمد امروٹی ضلع خیرپور سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت بڑے عالم دین تھے۔ شاعری پر بھی ملکہ حاصل تھا۔ اپنی شاعری میں انھوں نے انگریزوں کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

کوئی نہ سمجھے سرّ صفات، اس صورت کے دیس میں

لاالہ سے پریت ہے جن کی
خودی[1] ہے ان لوگوں نے بھلا دی
کریں الا اللہ اثبات، اس صورت کے دیس میں

موجیں اوٹھیں، پریم پچاری
کیا جانے کچھ خلق بچاری
ملا قاضی، عالی ذات، اس صورت کے دیس میں
یسمع یبصر ینطق، دم دم
خام خودی کا بھولا ہر غم
بے یسمع ینصر والی بات، اس صورت کے دیس میں
ملا "حسنؔ" کو، حُسن بجن کا
مالکؔ ہے وہ تن من دھن کا
وہ چمکے شش جہات، اس صورت کے دیس میں

☆☆☆

لے انا

بنے کیسا تُو منصور، دل میں درد نہ تم کو

حال حلاجی پا نہ سکا تُو
دل سے دلبر گا نہ سکا تُو
پریت سے کوسوں دور، دل میں درد نہ تم کو

تُو نے نفی سے نفس نہ مارا
کیا نہ ہستی سے بے کنارا
تیرا دوئی[1] کا دستور، دل میں درد نہ تم کو

رمز رانجھن کی جو دل پائے
وہ دل ماہی ماہی گائے
پائے پریت کا نور، دل میں درد نہ تم کو
حُسن "حسن" کو کرے ہے شاغل
غیر سے یہ دل ہو گیا غافل
اب مست رہے مخمور، دل میں درد نہ تم کو

☆☆☆

1. شرک، بت پرستی، کدورت، کینہ

پیر کمال فقیر

جانب، خوب جمال، جلوہ دار جوانی

جن، انسان مشتاق ملائک
شمس قمر کو زوال، حوروں کو حیرانی

حُسن کرے حیران ہزاروں
اعلیٰ شان، اقبال، ثانی نہ مہ کنعانی[1]

روشن رخ مہتاب نہیں ہے،
پیا کے رخ کی مثال، ساجن سرَ سجانی
کوئی نہیں ہے پریتم جیسا
لب بدخشاں لال، ابرو سیف ایرانی

لاکھوں ہیں دیوانے پیا کے
ان میں ایک "کمال" قدموں پر قربانی

☆☆☆

[1] حضرت یوسف، کنعان کا چاند

پیر کمال فقیر

تیرا سوہنا سجن سنگھار، دیکھوں سبحان[1] کہوں
چہرہ گل گلابی تیرا
لعل رونق رخسار، مثل مرجان کہوں
دید دونالی[2]، بھڑکے بجلی
تیز تیکھی تلوار، زنخ[3] زندان کہوں
سینہ پر ہیں سیف کے گھاؤ
خونی خنجر خمدار، ابرو این و آن[4] کہوں
تیری نظر سے "کمال" گھایل
چشموں کی چمکار، دو قہری کان[5] کہوں

☆☆☆

[1] سبحان اللہ
[2] دونالی بندوق
[3] ٹھوڑی
[4] ملیامیٹ کر دینے والے
[5] تیر

پیر کمال فقیر

جام عاشق کے لیے ہے، چشم دلبر نیم خواب
جو ہوئے مخمور محبت، ہے نہیں ان پر عذاب

جو گئے میخانہ میں وہ
ہو گئے جل کر کباب
دل نفی اثبات میں
سب رگیں ان کی رباب، چشم دلبر نیم خواب

دے رہے ہیں مئے مجھے
اپنے کرم کی بے حساب
ہو گیا حرص و ہوا سے
صاف ہے سینہ شباب، چشم دلبر نیم خواب

جام جیتے جی جو پئیں
ان کا ہے یہ جم کو جواب
ہٹ گئے پردے جہاں کے
ہٹ گئی رخ سے نقاب، چشم دلبر نیم خواب

لے ''کمال'' اپنے سجن سے
قدح کوثر کی شراب
مست محبت ہو کے بن جا
ان کی نعمت سے نواب، چشمِ دلبر نیم خواب

☆☆☆

پیر کمال فقیر

صورت کا کر کے سنگھار
ہر مظہر میں، میں ہی آیا
صورت میں ہوں سیرت میں ہوں
ہر سُو شرع شریعت میں ہوں
وحدت میں ہوں، کثرت میں ہوں
''وہو محکم'' نور نزوار، میں نے ہی ہے حکم چلایا

عبد بھی میں، معبود بھی میں ہوں
ہر اک کا مقصود بھی میں ہوں
ہر رنگ میں موجود بھی میں ہوں
چاروں اور مرا اظہار اندر باہر میرا سایا

مطلب میں ہوں، طالب میں ہوں
ہر صورت کا، قالب میں ہوں
ہر مذہب پر غالب میں ہوں
در در پر میرا دیدار رنگ میں رنگ ہے میں نے ملایا

☆☆☆

حسین دیڈڑ

(۱۸۰۳ء۔۱۸۷۳ء) حسین فقیر سندھی اور سرائیکی کے ممتاز شاعر تھے۔ ان کا کلیات ڈاکٹر عبدالکریم سندیلو نے ترتیب دیا، جس میں حمد، بیت، مولد، معجزے اور کافیاں شامل ہیں۔ ان کا کلام فکر انگیز اور ناصحانہ ہے۔

شب و روز دیکھوں تیری راہیں وے
تیری طرف ہیں میری نگاہیں وے

میں تو پیروں فقیروں کے ہاں بھی گئی،
دیکھیں دیس کی سب درگاہیں وے
تیری طرف ہیں میری نگاہیں وے

نہیں راہ تیری درگاہ بنا
کہیں ماتی نہیں ہیں پناہیں وے
تیری طرف ہیں میری نگاہیں وے

ہادی یار بنا غمخوار بنا
کھولے کون میرے لئے باہیں وے
تیری طرف ہیں میری نگاہیں وے

میری ماں تُو بڑھ پیا کی طرف
دوجی چھوڑ ''حسین'' صلاحیں وے
تیری طرف ہیں میری نگاہیں وے

☆☆☆

فقیر فتح علی خان

عمر وے عزیزوں ہتا من اُداسی[1]
کروں یاد ان کو میں بھوکی پیاسی

کئی سال گذرے جدائی میں روئے
عمر ایک گذری ہے آنسو پروئے
اٹھوں کھیل جو آئیں وہ ساجن سناسی

وطن کی طرف دیکھ آہیں بھروں میں،
جیوں بھی وطن میں وطن میں مروں میں
وہ دیکھوں جو سکھیوں کے کپڑے ہیں ناسی

نہ کوئی وطن کی طرف سے ہے آیا
نہ کاگا[2]، خبر خیر کی کوئی لایا
نہیں یاد ان کو یہ بے جرم داسی[3]

☆☆☆

[1] غمگین
[2] پیغام لانے والا کوا
[3] غلام، باندی

مرزا قلیچ بیگ قلیچ

(۱۸۵۳ء۔۱۹۲۹ء) جدید سندھی ادب کے بانی مرزا قلیچ بیگ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے نثر و نظم میں ۴۵۷ کتب لکھیں۔ وہ ایک قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ انھوں نے بہت سی اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ان کی شاعری میں سیاسی، سماجی، مذہبی اور عشقیہ موضوعات شامل ہیں۔

کچھ تو زادِراہ لے یار، اٹھ مسافر کر تیاری

جند بُخشِ قسمت نے کیا ہے، بند میں بے اختیار
دن گذرے پردیس میں تیرے، آجا تو اس پار،
میرے اندر میں ہے انتظاری

چاہے جو آرام تو جگ میں، وہموں سے ہو بیزار
حرص و ہوا ہیں دشمن تیرے، تو ہی ان کو مار
تا کہ ہو صاحب کی ستاری

پریت ہر اک سے نہ ہو تیری، کر تو عقل اختیار
پھنس جائے گا دام جہاں میں، ہوگا تُو بے قرار
ہوگی نہ تیری یاں رستگاری

قرب والوں سے ہی ''قلیچ'' مل جاتا ہے پیار
آج یا کل گذرے گا یہاں سے، روئے گا زار و قطار
کرے گی کیا تری آنکھ بچاری

☆☆☆

سید میراں محمد شاہ میر/مہجور

(۱۸۹۸ء۔۱۹۶۳ء) سید میراں محمد شاہ ولد سید زین العابدین شاہ ٹھر، موجودہ ضلع ٹنڈو محمد خان میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں پہلے میر اور پھر مہجور تخلص اپنایا۔ نثر اور نظم دونوں میں طبع آزمائی کی۔

مجھے ناز و ادا سے مار، کبھی انکار نہ کر

ذبح تو ابرو سے کر مجھ کو
تیر تبر تلوار کبھی نروار نہ کر

راز کی بات جو میں نے کہی ہے
اس کا ذکر اذکار کبھی اظہار نہ کر

برسوں تیری راہیں دیکھیں
اب تو آجا یار کوئی تو عار نہ کر

''میراں شاہ'' کی منت سماجت
مان مٹھا منٹھار حیا ہر بار نہ کر

☆☆☆

صوفی انور علی شاہ انور جہان پوری

ہم صوفی مست قلندر ہیں
کبھی باہر ہیں کبھی اندر ہیں

کبھی سادھو چور کی ذات کبھی
کبھی ہم ہیں نفی اثبات کبھی
کبھی دن ہیں ہم تو رات کبھی
کبھی عشق کے ہم ہی سکندر ہیں

کبھی [illegible] ہم کبھی قاضی ہم
کبھی شاہ شرع پہ راضی ہم
کبھی آتش عشق کی بازی ہم
کبھی مسجد ہیں کبھی مندر ہیں

کبھی "انور" بن کر آئے ہم
یاں آکر غیر پہ چھائے ہم
پھرے عشق کا غم اٹھائے ہم
ہاں ہر مذہب کے سمندر ہیں

☆☆☆

صوفی انور علی شاہ انور جہان پوری

تیرا عشق ملا دل پاک ہوا
ناپاک سے پاک نظر کا ہُو

ہم ہر دو جہاں میں زندہ رہے
یہی حال حیات حشر کا ہُو

تیرا عشق ملا تو خیال آیا
نہیں مرتا خیال دلبر کا ہُو
ہوا بشر برہ میں بقا باﷲ
یہی بشر حباب بحر کا ہُو

مجھے ''صاحب ڈنہ''[1] نے سرداری دی
سر اناالحق ''انور'' کا ہُو

☆☆☆

[1] انور کا مرشد

صوفی انور علی شاہ انور جہان پوری

تیرا شراب خانہ تیری شراب ساقی
پینے سے اس کے مجھ کو پہنچا ثواب ساقی

میں مست ہوں موالی
جاؤں نہ در سے خالی
ہر دم رہوں جلالی، میں لاجواب ساقی

چہکے چمن میں بلبل
کھلنے لگا ہے ہر گل
سوسن ہو یا کہ سنبل، سب بے حجاب ساقی

انورؔ ہے سر آوازی
بحر عمیق بازی
گرداب گوہر غازی، گم ہے حباب ساقی

☆☆☆

آجا پیا میری روح میں
دور نہ ہو تو یار

میری خاطر ہی تو نے ہے
جوڑا سب جنسار، آجا پیا میری روح میں

"لا تقنطو من رحمت اللہ"
مجھے تم پر اعتبار، آجا پیا میری روح میں

مجھ پہ الست کی بات کا
چڑھ گیا خوب خمار، آجا پیا میری رح میں

دے دو خوشیاں غم لے لو
دو دلداری دلدار، آجا پیا میری روح میں

آجا "علی انورؔ" کے گھر پر
آنگن کر گلزار، آجا پیا میری روح میں

☆☆☆

عبدالکریم گدائی

(۱۹۰۱ء۔۱۹۷۸ء) عبدالکریم گدائی ولد بجار خان لاشاری کریم آباد ضلع جیکب آباد میں پیدا ہوئے۔ سندھی کے ترقی پسند شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ سندھ کے عوامی اور بیباک شاعر تھے۔ سندھی کی سماجی، سیاسی اور معاشی حالات کا قصہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ مؤثر انداز میں اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔

سُکھ کا یہ سنسار بنائیں، سُکھ کا یہ سنسار
گورے کالے سب خالق کے
بندے ہیں ہم سب مالک کے
اپنا مذہب پیار

اک دوجے سے حقارت کیسی
انسانوں سے نفرت کیسی
کیسی یہ تکرار

ہر سُو جنگ و جدل کا ساماں
انسانوں کا خون ہے ارزاں
جھوٹا ہے بیوپار

اپنا مذہب پیار ''گدائی''
مسلم ھندو سِکھ عیسائی
سب میں وہی ہے یار

☆☆☆

رشید احمد رشید لاشاری

(۱۹۲۲ء۔۱۹۷۰ء) رشید احمد ولد لاک خان لاشاری تحصیل نصیر آباد ضلع سبی بلوچستان میں پیدا ہوئے۔ باکمال شاعر اور نثر نویس تھے۔ نثر اور نظم میں ۳۰ سے زیادہ کتب شائع ہو چکی ہیں۔

مجھے دردوں نے ہے ستایا الا
میرے گھر میں عجیب نہ آیا الا
بھولوں، بھٹکوں، روؤں جبل میں
عقل نے چھوڑا ساتھ ہلچل میں
ختم ہوئی میں غم کے عمل میں
سانس ہے جانے کو اک پل میں
لکھا جو تھا، روز ازل میں
اس نے مجھے الجھایا الا
میرے گھر میں عجیب نہ آیا الا

ہمت ہاری دردوں ماری
خون آنکھوں سے ہو گیا جاری
راہیں گم ہیں گم راہ داری
یار! نہ مجھ سے توڑو یاری
چھوڑ نہ تنہا ہوت ہزاری[۲]
سانس کی لٹ گئی مایا الا
میرے گھر میں عجیب نہ آیا الا

بند ہوئیں سب میری راہیں
عرش پہ پہنچیں اپنی آہیں
نہیں ہے سنتا یار صدائیں
کیچ[۳] دھنی، سن میری آہیں
کھول ''رشید'' کی رہبر راہیں
صحرا صحرا کیوں ہے رُلایا الا
میرے گھر میں عجیب نہ آیا الا

☆☆☆

۱۔ پہاڑ ۲۔ لاکھوں میں ایک ۳۔ کیچ کا مالک

مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ

(۱۹۱۹ء۔۱۹۹۳ء) مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ سندھی کے معروف شاعر ہو گزرے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد سندھی شاعری کی صنف کافی کی ترقی و ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی شاعری میں تصوف، روحانیت اور حسن و جمال کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

عمرا! عاجزوں سے نہ کر ماملا مستی
چلے گی نہ تیری اوچہ منفی ہستی

غریبوں پہ کیوں تیری اتنی جفائیں
امیروں کی آئیں نہیں ہیں جتائیں
نہ ویران کر تو بہاروں کی بستی

مروں اس سے بہتر نہیں میرا جینا
تیرے آب سے ہے اچھا زہر پینا
نہ مانوں میں ہرگز تیری زیر دستی

کہاں زر و زربفت مخمل و ریشم
کہاں یہ جھگی اور کہاں حرم حاکم
کہاں راج رانی کہاں مگھ بستی
اے "طالب" کبھی تو میں آزاد ہوں گی
وطن جا کے ان کو مبارک میں دوں گی
نہ چھوڑوں گی اپنی کبھی حق پرستی

☆☆☆

۱؎ فخر دولت و اقتدار

مجھ میں تُو ہی تُو، تُو ہی تُو
تجھ میں میں ہی میں پیا

نہیں مَن و تُو کے درمیاں فرق بھی سرِ مُو
تجھ میں میں ہی میں پیا

ہے تو حقیقت ایک ہی میں تُو سُو بگو
تجھ میں میں ہی میں پیا

"طالبِ مولیٰ" قلب میں کیجئے جستجو
تجھ میں میں ہی میں پیا

مجھ میں تُو ہی تُو، تُو ہی تُو

☆☆☆

سردار علی شاہ ذاکر

(۱۹۲۸ء۔۱۹۸۱ء) سید سردار علی شاہ ولد سید جعفر شاہ بخاری کا تعلق گھونکی سے تھا۔ صحافت کے پیشے سے وابستہ تھے۔ مذہب کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ ان کا چھوٹا سا نعتیہ مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

ہوگا دلبر مجھ سے دور مجھے معلوم نہ تھا
میرا لٹ جائے گا غرور مجھے معلوم نہ تھا

گھوروں سے ہر دل تڑپائیں
دیکھیں تو قاتل بن جائیں
یہ ہے نینوں کا دستور، مجھے معلوم نہ تھا

سُن کے حسن کی شہرت آیا
میں نے اپنا ہوش گنوایا
یاں عقل رہی، نہ شعور مجھے معلوم نہ تھا

عشق کو سمجھا میں نے آساں
پریت میں ہوں گا شاداں فرحاں
میں بَن جاؤں گا رَنجور، مجھے معلوم نہ تھا

نیند سے میں نے ناتا جوڑا
''ہوت'' سے رشتہ میں نے توڑا
اپنی قسمت کا ہے قصور، مجھے معلوم نہ تھا

''سردار علیؔ'' مایوسی کیسی
تیری قسمت اچھی ہوگی
یہ فرماتے ہیں حضور، مجھے معلوم نہ تھا

☆☆☆

سردار علی شاہ ذاکر

میرا محب بنے مہمان ایسا احسان نہ کوئی
جائے ہر اک وہم گمان، رہے حرمان نہ کوئی

محب بنا دل میرا پریشاں
ساجن خوش خوش شاداں فرحاں
یہاں دردوں کا ذہمان[۱]، وہاں ارمان نہ کوئی

دل میں طلب دن رات پیا کی
میری زبان پہ بات پیا کی
یہی خبط بڑا خفقان، ملے درمان نہ کوئی
محبت چیز بڑی ہے مہنگی
سر دینے کی بات ہے سستی
جو بھی مرد چھوڑے میدان، ایسا نادان نہ کوئی

''سردار علی'' کہے جان پیا کی
لاج شرم اور شان پیا کی
کروں جو کچھ بھی قربان، میرا نقصان نہ کوئی

☆☆☆

۱ زور ۔ دباؤ

سردار علی شاہ ذاکر

سجن آیا مرے گھر میں، ہوا دیدار دم دم دم

ہوا جلوہ نما جانی
خوشی سے ہوئی میں ہوں دیوانی
نشانی اس کی لاثانی میری آنکھوں میں نم نم نم

چلائے اس نے پیمانے
ہوئے دانا بھی دیوانے
ہیں محو رقص مستانے، چھماں چھمکار چھم چھم چھم

ملا پیغام دلبر کا
رہا کوئی نہ غم سر کا
زہے قسمت کہ "ذاکر" کا، ہوا ہے غائب[1] غم غم غم

☆☆☆

[1] غرق۔ختم

سردار علی شاہ ذاکر

ہے رب نے بڑھایا شان محمد عربی کا
ہر خلق سے بڑھ کر مان محمد عربی کا
بن کر رب کی رحمت آیا
ساجن کا ہر اک پہ سایا
ہر عالم پُر داماں محمد عربی کا
تجلی ہوا خورشید درخشاں
حسن سے ہوئی حوریں حیراں
رخ روشن نور نشان محمد عربی کا
شان شفاعت شاہنشاہی
بدکاروں پہ رحم الٰہی
اس امت پہ احسان محمد عربی کا
بات سجن کی بات خدا کی
راہ سجن کی راہ ھدیٰ کی
ہر قول عمل قرآن محمد عربی کا
علم زمین کا عقل سماوی
ہر حکمت پہ ساجن حاوی
یہ ہے عشق عقل عرفان محمد عربی کا
ارض و سما آیات ہیں پڑھتے
صلی علیٰ صلواۃ ہیں پڑھتے
خود مولیٰ مدحت خوان محمد عربی کا
''سردار علیؔ'' سلطان ہو کوئی
خسرو یا خاقان ہو کوئی
ہے خادم یا دربان محمد عربی کا

☆☆☆

فقیر مولوی احمدؔ مہر

جھولے لال قلندر لال، مست و مست قلندر لال
ہُو ہُو ہے اسرار الستی، ہُو کو ہرگز نہیں ہے نیستی
ہُو ہُو کی ہے ہستی مستی، ہُو ہُو ہُو ہُو شامل
مست و مست قلندر لال

غیر خیال نہ دل پر آئے، ہُو سے کر سب محو ملال
ہر اک صورت ''ہُو'' کی مورت، ہُو سے علحدہ بنے محال
مست و مست قلندر لال

ہُو کا دام خودی کو مارے، ہُو میں ہی ہے عین وصال
ہُو کو چاہوں ہو کو پوجوں، رکھتا ہُو ہے میرا خیال
مست و مست قلندر لال

''احمدؔ'' ہُو آنکھوں سے دیکھا، حاضر غافل ہُو کا حال
ہُو ہے راہ تو ہُو ہُو منزل، کامل ہُو کا قرب کمال
مست و مست قلندر لال
جھولے لال قلندر لال

☆☆☆

اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ میرا یار ہے
جو جانتا ہے حالِ دل وہ ہی مجھے درکار ہے

ہر طور ہے میرا وہی
ہر حال میں اپنا وہی
اس دل کا ہے داتا وہی، غمگین کا غمخوار ہے

ہاں کے بعد الّا کہوں
پھر بڑھ کے الّا اللہ کہوں
اس کے سوا میں کیا کہوں؟ اظہار ہے اظہار ہے

سر دے کے میں سجدہ کروں
خود کو اچھا بندہ کروں
دل اپنا تابندہ کروں، وہ روح کا سنگھار ہے

انکار میں اقرار ہے
اقرار میں انکار ہے
بجتا یوں دل کا تار ہے، سرکار ہے سرکار ہے

ہے فضل اور ان کا کرم
اک نام ہے دل پر رقم
''احمد'' پکارے دم بدم، اللہ ہی سردار ہے

☆☆☆

مولوی فقیر احمد مہر

مست اور مخمور آنکھیں
یار کی خونی خصال
پُر اثر پُر نور کیفی
جام دیں یہ پُر جمال
برہ کی پیغامبر ہیں
جوش ورجذبی جلال
یا تو ہیں یہ چشم نرگس یا تو صحرائی غزال
مست اور مخمور آنکھیں
صبح دم ساقی کہوں میں
یا کہوں کیفی کلال
نین کا غمزہ کہوں یا نین کا عیناں زوال
مست اور مخمور آنکھیں
ہے سچا "صدیق[1]" سرور
دلربا کامل کمال
یار کا دیدار آیا خانگڑو[2] میں خوش مثال
مست اور مخمور آنکھیں
نین "احمد" کو عنایت
مٹ گیا سارا ملال
ہو گیا ہے فرق فانی پایا ہے میں نے وصال
مست اور مخمور آنکھیں

☆☆☆

[1] حافظ محمد صدیق آف بھر چونڈی، عبیداللہ سندھی کے اور شاعر کے مرشد کامل
[2] شاعر کا گاؤں تعلقہ میرپور ماتھیلو ضلع سکھر، سندھ

صوفی حضور بخش شاہ حضور بخاری

ہوا اعلیٰ عشق اثر
صورت یار کے دم سے

''الانسان سری و انا سرہ''
احد سے عبد امر، صورت یار کے دم سے

''کل شیء محیط'' ہے مولیٰ
''ونحن اقرب'' ثابت سر، صورتِ یار کے دم سے

''الست بربکم'' قول ہے قائم
''قالو بلیٰ'' قرب کثر، صورتِ یار کے دم سے

سارا جوڑ جنسار جہاں کا
الف[1] میم[2] سے ہے اظہر صورتِ، یار کے دم سے

لاالہ کی نفی سے پُھوٹا
الا اللہ نورِ نظر، صورتِ یار کے دم سے

ہوا بقا باللہ بشر بھی
حق حضور حاضر صورتِ یار کے دم سے

☆☆☆

[1] احد (الف) [2] محمد (میم)

شیخ ایاز

(۱۹۲۳ء۔۱۹۹۷ء) شیخ ایاز یعنی شیخ مبارک علی ولد شیخ غلام حسین شکار پور میں پیدا ہوئے۔ جدید سندھی شاعری میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ نثر اور نظم میں کئی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ آپ نے علم و ادب کے حوالے سے سندھی اور اردو زبان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا مزار بھٹ شاہ میں واقع ہے۔

رات بھر تیری پکار
نیند اچاٹ ہوتی رہی

آدھی دھرتی سرخ ہوگئی
اتنے آئیں ہیں بہار
نیند اچاٹ ہوتی رہی

کوئلیں کوکیں پکاریں،
چپ نہیں کوئی بھی یار
نیند اچاٹ ہوتی رہی

کیوں نہیں گلنار اب تک
تیرے گالوں کے انار
نیند اچاٹ ہوتی رہی

کھینچے ہے طوفان مثل
یار مجھ کو دوجے پار
نیند اچاٹ ہوتی رہی

☆☆☆

شیخ ایاز

یاد پھر سے آج رات
میرے من میں آگ بن کر آگئی

زندگانی کے چمن سے
آئی خوشبوئے نجات

پھر ازل کا راز گائے
سُر اکائے کائنات

لگتی ہے ہر چیز گویا
بے ثبوت و بے ثبات
یہ ستارے یہ نظارے
ہیں کسی کی سب صفات

چاند کے رستے پہ چل کر
ڈھونڈتا ہوں حسنِ ذات
میرے من میں آگ بن کر آگئی
یاد پھر سے آج رات

☆☆☆

تنویرعباسی

(۱۹۳۴ء۔۱۹۹۹ء) تنویرعباسی (نور نبی) ولد گل حسن عباسی صوبھو دیرو خیر پور میں پیدا ہوئے۔ وہ نہ صرف شاعر تھے بلکہ محقق، نقاد اور نثر نگار بھی تھے۔ آپ کے تمام شعری مجموعے ایک جلد ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئے۔ آپ کا مزار ایچ ایٹ قبرستان اسلام آباد میں واقع ہے۔

سوکھا سبزہ بننے لگا ہے ساون پھر برسا
تم سے پیار ہوا
لال گلابی پیلے نیلے رنگ رنگ کا پھول کھلا
تم سے پیار ہوا
مدھر مدھر سی سانت تھی گویا کوئی ساز بجا
تم سے پیار ہوا
لوٹ سکا نا جو منجدھار سے آنکھوں میں ڈوبا
تم سے پیار ہوا
مئے پی کر جو نہیں گرا وہ، دیکھ تمہیں گر گیا
تم سے پیار ہوا
رات کو میرے من امبرا[1] پر پھر ہے چاند ابھرا
تم سے پیار ہوا
ساون پھر برسا

☆☆☆

[1] آسمان

مولانا رحیم بخش قمر

(۱۹۳۳ء۔۱۹۹۵ء) ان کا شمار نواب شاہ ضلع کے معروف شعراء میں ہوتا ہے۔ شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی شاعری پر مذہبی رنگ غالب ہے۔

عشق نہیں ہے عقاب
عشق خدا کی اعلیٰ نعمت

عشق ہے رہبر عشق ہے راحت
عشق برہ کا باب
عشق خدا کی اعلیٰ نعمت

عشق ''ذبیح اللہ'' نے پایا
عشق میں اپنا سر کٹوایا
خوب ''خلیل'' کا خواب
عشق خدا کی اعلیٰ نعمت

موسیٰ ''کلیم اللہ'' بیچارا
دیکھا اس نے عشق نظارا
طور سے پوچھو تاب
عشق خدا کی اعلیٰ نعمت

دے کر سر سردار ہیں بنتے
''قمر'' قتل سے قرب ہیں پاتے
دار پہ چڑھنا ثواب
عشق خدا کی اعلیٰ نعمت

☆☆☆

مخدوم محمد امین فہیم

کہدو صبا سجنوں سے
کوئی اب تو کیجئے پیار

میں ہوں گلشن جس میں
تو ہے فصلِ بہار
کوئی اب تو کیجئے پیار

سجتا نہیں ہے میرے پریتم
تیرے بن سنگھار
کوئی اب تو کیجئے پیار

شام سویرے تیرے امینؔ کو
یاد تیری ہے یار
کوئی اب تو کیجئے پیار

☆☆☆

استاد حامی خیرپوری

(۱۹۱۹ء۔۱۹۸۲ء) عطا محمد حامی کا شمار سندھی کے معروف ادیبوں اور محققوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک باکمال شاعر بھی تھے۔
ان کی شاعری کا مجموعہ "حامی جو کلام" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

عام ہو یا خاص لیکن فیض تیرا عام ہے
اس بھری محفل میں ساقی، میرا خالی جام ہے

زلف اور رخ کا تصور دور دوئی کو کرے
عشق والوں کے لیے جو کفر وہ اسلام ہے
فیض تیرا عام ہے

عشق کی آغوش میں دل کو کہاں آئے قرار
آگ میں سیماب کو آیا کبھی آرام ہے
فیض تیرا عام ہے

اے محبت اے دل انسانیت تیری قسم
تیری خاطر تیرا حامؔی مفت میں بدنام ہے
فیض تیرا عام ہے

☆☆☆

نثار بزمی

(۱۹۲۴ء۔۲۰۰۰ء) قلندر بخش جونیجو (نثار بزمی) تحصیل گڑھی یاسین ضلع شکار پور میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک عوامی شاعر کے طور پر ابھرے۔ ان کی شاعری میں معاشرتی مسائل کے ساتھ قومی رنگ بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔

دو کشتیوں میں پاؤں میرے، کس میں جا کر بیٹھوں
ارے او، کس میں جاکر بیٹھوں

ادھر پھانسی اُدھر پھندہ گردن کیسے بچاؤں
ارے او، کس میں جاکر بیٹھوں

رات اندھیری مجھے ڈرائے، ڈر سے کیوں کر نکلوں
ارے او ، کس میں جاکر بیٹھوں

جان اکیلی وہ بھی نازک، صدمے کیسے جھیلوں
ارے او ، کس میں جاکر بیٹھوں

سوچتا ہوں میں خار انگارے، ہاتھ میں کیسے اٹھاؤں
ارے او ، کس میں جاکر بیٹھوں
''بزمیؔ'' لاچار اور بے بس ہے، اپنی عقل کے ہاتھوں
ارے او، کس میں جاکر بیٹھوں
دو کشتیوں میں پاؤں

☆☆☆

نثار بزمی

جیئے جگ جگ تو، ہے تُو سُکھ کا سبب
تم پر قربان سجن، میرا حسب نسب

تیرے ہنسنے سے درد مٹے سب سُکھ پائیں
میرے نین چمکنے لگ جائیں
تُو جو ہے تو برسیں پریم گھٹائیں
تُو جو نہیں تو ہے گویا ہر سُو غضب

تیری زلف مجھے ہی زنجیر بنی
میری رگ رگِ اس میں قید ہوئی
تیری نظر اٹھی میں تو مر ہی گئی
تمہیں قاتل کیسا دوں میں لقب

تیرے عاشق تیرے قریب آئیں
تیری سانس سے وہ خوشبو پائیں
تیری طلب میں خود کو بھلائیں
تیری پریت کی ساجن ریت عجب

نہیں ''بزمیؔ'' فقط، یاں کئی تڑپیں
تیرے عاشق تیرے در پہ جھکیں
کہو بیٹھو بیٹھیں، کہو اٹھو، تو اُٹھیں
تیرا کرنا ہے آخر، ان کو ادب

☆☆☆

استاد بخاری

(۱۹۳۰ء۔۱۹۹۲ء) احمد شاہ ولد حاجن شاہ (استاد بخاری) ضلع دادو کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جدید سندھی شعراء میں عوامی لہجہ کی وجہ سے کافی شہرت حاصل کی۔ سندھی اور سرائیکی میں ان کا کلام ملتا ہے۔ ان کی شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

غفلت میں غلطان! آج کا ہے انسان
موت سے پہلے پرکھ ہو جانی
وقت مصیبت آئیں ان کے قدموں پر قربان
موت سے پہلے پرکھ ہوجانی
دریا گھرا، نشانہ سونی، قصاب ہے طوفان
موت سے پہلے پرکھ ہوجانی
سسی جبل میں ہانپے ٹوکے، پنوں ہے کوہستان
موت سے پہلے پرکھ ہوجانی
رانا روئیں طعنے ماریں، مومل ہے مہمان
موت سے پہلے پرکھ ہوجانی
دلبر دل کو درد نے گھیرا، دید دوا درمان
موت سے پہلے پرکھ ہوجانی
الجھاؤ سے استاد ملے، سلجھاؤ کے سامان
موت سے پہلے پرکھ ہوجانی

☆☆☆

استاد بخاری

جیون ہو لاجواب او جانی، دولت الفت مل جائے تو

مئے کی مستی رمز الستی
جوبن راگ رباب او جانی، دولت الفت مل جائے تو

غوطے کھاؤں، ڈوبتا جاؤں
سمجھوں کیسے سراب او جانی، دولت الفت مل جائے تو

کاہکشائیں دھوپ اور چھاؤں
سب کچھ قرب کتاب او جانی، دولت الفت مل جائے تو

جھوموں ناچوں لہروں سے میں
ہاں ہاں میں ہوں حباب او جانی، دولت الفت مل جائے تو

بے حد عشق بخاریؔ سمجھے
نہیں حسن کا حساب اوجانی، دولت الفت مل جائے تو
جیون ہو لاجواب او جانی

☆☆☆

استاد بخاری

ساجن کو بجنی بنا، اب کیسے آئے چین رے
لیلیٰ دم دم قیس[1] پکارے
مجنوں کو مجنی بنا، اب کیسے آئے چین رے
دریا کیسا، بنا کنارے
مہیوال کو سہنی بنا، اب کیسے آئے چین رے
گیت بنا استاد نہ سوچے
کرشن کو بنسی کے بنا، اب کیسے آئے چین رے

☆☆☆

[1] مجنوں کا نام

بردوسندھی

(۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۸ء) محمد رمضان ولد خداڈنو لاشاری تحصیل میر پور ماتھیلو ضلع گھوٹکی میں پیدا ہوئے۔ سندھی اور سرائیکی میں شاعری کی۔ ان کے دو شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور کچھ افسانے بھی لکھے۔

بچھڑے یاد پڑے جس دم
چمکی پلکوں پر شبنم

رات ہجر کی کٹتی نہیں ہے
دن ہے جدائی کا ماتم
چمکی پلکوں پر شبنم

قدم قدم پر خفیہ دام
قدم قدم پر مٹھی میں دم
چمکی پلکوں پر شبنم

''بردہؔ'' یادِ صنم ہے خوب
نین ہمارے ہیں پُرنم
چمکی پلکوں پر شبنم

☆☆☆

بردوسندھی

بیٹھی صبح و شام، یاد کروں ساجن کو
بھیجوں پریت پیام، یاد کروں ساجن کو

سامنے اپنے وطن کا نقشہ
من میں جیسے چمن کا نقشہ
دیس کے درو بام، یاد کروں ساجن کو

پیاروں سے کرے کون لڑائی
دم دم ان کی یاد ہے آئی
نین نیند حرام، یاد کروں ساجن کو

عشق میں سر جائے تو جائے
پھر بھی عاشق نفعہ ہی پائے
سولی جیسے ہو انعام، یاد کروں ساجن کو

''بردا'' درد ہزاروں یاں پر
بیری بھی ہیں لاکھوں یاں پر
قدم قدم ہر گام، یاد کروں ساجن کو

☆☆☆

حاجی امام بخش خادم

(۱۸۶۱ء۔۱۹۱۸ء) سندھی کے معروف ادیب اور شاعر حاجی امام بخش خادم کا تعلق شکار پور سے ہے۔ نثر اور نظم میں ان کی تصانیف ملتی ہیں۔ سندھی کا پہلا ڈرامہ "ہیر رانجھا" (۱۸۷۹ء) حاجی امام بخش خادم کی تحریر ہے۔ شاعری میں بیت، غزل، مناجات، سہ حرفی اور کافی کے باکمال شاعر تھے۔

عشق کا اُبھرا آفتاب
سارے ستارے ہو گئے گم
نہر نور کی ہو گئی جاری
ہو گئی روشن دنیا ساری، رہا نہ کوئی حجاب
چھپ گیا چندا ڈوبے تارے
سب اثبات سے نہاں بچارے، پہن کے نفی کی نقاب
عشق والوں کی عید ہوئی ہے
دُوئی کی ظلمت مٹ ہی گئی ہے، وہ ہوا عشق نواب
خادمؔ خطرۂ خام سے گزرو
ظلمت کے تم دام سے گذرو، دنیا خیال وہ خواب

☆☆☆

راشد مورائی

(۵ مارچ ۱۹۲۲ء) سید راشد علی شاہ "راشد" ولد سید علی شاہ تحصیل مورو ضلع نوشہرو فیروز میں پیدا ہوئے۔ وہ نہ صرف شاعر تھے بلکہ نثر نگار بھی تھے۔ انھوں نے ہر صنف اور ہر موضوع پر لکھا۔

ڈھونڈ ڈھونڈ کر راہیں
سورج ڈوب گیا پچھم میں
منزل پا سکتی نہیں، اندھی نگاہیں
سورج ڈوب گیا پچھم میں
کون بیابان میں سنے، تنہا کی آہیں
سورج ڈوب گیا پچھم میں
راہ کا رہبر بھی نہیں، لمبی ہیں راہیں
سورج ڈوب گیا پچھم میں
"راشد" منزل تب ملے، جب وہ چاہیں
سورج ڈوب گیا پچھم میں

☆☆☆

حسین بخش" خادم

حسین بخش" خادم" ولد پیر بخش بھنگر ضلع دادو میں پیدا ہوئے۔ وہ نہ فقط معروف گلوکار اور ریڈیو آرٹسٹ تھے بلکہ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ ان کے دائیوں اور کافیوں سے ان کے فن و فکر کا انداز و بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

دنیا کی نہیں پرواہ
خیر ہو تیری میرے ساجن

مال و دولت تم پر واروں
تو ہی منزل تو ہی راہ
خیر ہو تیری میرے ساجن

مارنا ہے تو مار مجھے تو
تم پہ نہیں ہے کوئی گناہ
خیر ہو تیری میرے ساجن

ایک نہیں میں تیرا ثناگر
سب جگ تیری کرے واہ واہ
خیر ہو تیری میرے ساجن

خادمؔ تیرا تمہیں ہی دیکھے
ٹھہری تم پر میری نگاہ
خیر ہو تیری میرے ساجن

☆☆☆

عنایت بلوچ

(جنم ۱۳ اکتوبر، ۱۹۴۱ء) معروف ادیب، شاعر اور سفرنامہ نگار ہیں۔ ریڈیو پاکستان سے وابستہ رہے۔ اُن کا شعری مجموعہ اور سفرناموں کا مجموعہ شائع ہو چکے ہیں۔

برسی بوند بہار سربز ہوا تن من جیون
تیرے درشن سے اے دلبر ہوں گے گل گلزار
یاد کے بادل برسے دل پر کر کے عجب پھوار
تیری طلب میں پل پل تڑپوں، مل میرے منٹھار
جیوں جگ میں تیری خاطر تو ہی سانول یار

☆☆☆

ڈاکٹر در محمد پٹھان

(ولادت: ۲۵ مئی، ۱۹۴۵ء) در محمد پٹھان ولد حاجی خان پٹھان کا جنم آریجا تحصیل ڈوکری ضلع لاڑکانہ میں ہوا۔ معروف محقق اور نقاد ہیں۔ اپنے ہی گاؤں آریجا میں گل حیات انسٹی ٹیوٹ" قائم کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

کہتا کون ہے ظالم دنیا، ظالم تو بے ضمیر
بھڑکائے بے پیر

برسوں سے جو قید میں تڑپے، ایسا میں ہوں اسیر
بھڑکائے بے پیر

کتنا جابر، کتنا قہری، پیروں کی زنجیر
بھڑکائے بے پیر

جیسے سپنے دیکھے، ویسی ہوتی ہے تعبیر
بھڑکائے بے پیر

ہر پل خنجر ہے گردن پر، دہشت دامن گیر
بھڑکائے بے پیر
ظالم تو بے ضمیر

☆☆☆

علی نواز صابر نظامانی

قدموں پر قربان، سرساجن پر صدقے صدقے

آنکھوں پر میں عجیب کی، واروں ہر دوجہان

سرساجن پر صدقے صدقے

شاہدا[1] جس کی شان کا، قادر کا قرآن،

سرساجن پر صدقے صدقے

پیارے پاک رسول ﷺ پر، قربان میری جان

سرساجن پر صدقے صدقے

خاص ہے ختم الانبیاءؑ دو جگ کا سلطان

سرساجن پر صدقے صدقے

میرے پاک رسولؐ سے، علم ملا عرفان

سرساجن پر صدقے صدقے

روضہ پاک رسولؐ کا، اعلیٰ نور نشان

سرساجن پر صدقے صدقے

ڈر اس کو کیا آگ کا، لایا جو ایمان

سرساجن پر صدقے صدقے

اس ''صابرؔ'' مسکین پر، راضی ہو رحمان

سرساجن پر صدقے صدقے

☆☆☆

[1] گواہ

عشق ہمارا ہے جو الستی
نازک پیار نرالا ہے

اپنے ہاتھوں پیا نے پلایا
پیارا پریت کا پیالا ہے
یک دم چاہئے یار ہی ہم کو
یار کا چاہئے پیار ہی ہم کو
دل کا قاضی یہ کہتا ہے، برہ کا درجہ اعلیٰ ہے
عشق نے ہے آتش بھڑکائی
سودوزیاں کی خبر نہ کائی
دل کا لگانا، جگر جلانا، تیرا عشق ہمارا ہے
''صابرؔ'' دل میں پیار سجن کا
راضی ہوا ہے مالک من کا
شمع، محبت من میں روشن، ہوگیا اندر اجالا ہے
عشق ہمارا ہے جو الستی
نازک پیار نرالا ہے

☆☆☆

میر عبدالرسول میرؔ

(جنم ۷ مارچ ۱۹۵۰ء) میر عبدالرسول میرؔ کا تعلق گنبٹ ضلع خیر پور سے ہے۔ کلاسیکی سندھی شاعری کے امین ہیں۔ خالص دیسی زندگی اور عوامی اظہار شاعری کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

اِن آنکھوں سے آنسو بہتے رہے
کوئی داد نہیں فریاد نہیں
کئی عاشق تڑپ کر مرتے رہے
کوئی داد نہیں فریاد نہیں

اس دل کی کون سی بات چلے
اس نے درد اٹھائے روز نئے
غم اس پر حملے کرتے رہے
کوئی داد نہیں فریاد نہیں

اس دل میں ان کا تار بجے
جو مجھ سے پرے بیزار رہے
گردِ ان کے پھر بھی پھرتے رہے
کوئی داد نہیں فریاد نہیں
کئی ''میرؔ'' ہزاروں تم جیسے
اس عشق میں سب برباد ہوئے
دیوانے دار پہ چڑھتے رہے
کوئی داد نہیں فریاد نہیں

☆☆☆

مہر پروین

(مہر النساء "مہر پروین" معروف ادیب، محقق اور شاعر معمور یوسفانی کی زوجہ محترمہ اور سندھی کی معروف شاعرہ ہیں۔)

میت مرے دلدار، او یار، تو جو آئے، میں سکھ پاؤں
جاگتے جاگتے دن کرتی ہوں
تیری یاد میں جیتی مرتی ہوں
آنکھیں ہوئیں، نمدار او یار، تو جو آئے، میں سکھ پاؤں
چھوڑ کے مجھ کو دور چلا رے
تم بن میرا جگر جلا رے

بھول گئی میں ہار سنگھار، او یار، تو جو آئے، میں سکھ پاؤں
تو بھولا، میں تجھے نہ بھولی، تم بن کیسے جھولا جھولوں
تیری یاد نہ من سے اتری، بھول گئے تم، میں نہ بھولوں
سارے قول قرار او یار، تو جو آئے، میں سکھ پاؤں
آ جا تجھے "پروین" پکارے
من کا میت ہے تو آ جا رے
بھائے نہ مجھ کو ہائے بہار او یار، تو جو آئے، میں سُکھ پاؤں

☆☆☆

عزیز کنگرانی

(جنم ۴ جنوری، ۱۹۵۸ء) عزیز اللہ ولد سومار خان کنگرانی کا جنم حاجی کنگرانی تحصیل جوہی ضلع دادو میں ہوا۔ نئی نسل کے ادیبوں میں وہ ایک باصلاحیت لکھاری شمار ہوتے ہیں۔ وہ ایک ڈرامہ نگار اور محقق کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ ان کے بہت سے ڈرامے ٹی وی سے نشر بھی ہو چکے ہیں۔

آج بھی پیاسے نین رہیں
آج بھی چاند اکیلا لاگے
کتنا میں نے تمہیں پکارا
چاہت کے سو ڈنک لگیں، آج بھی چاند اکیلا لاگے
ویاکل ویاکل سارا عالم
سُونے سُونے روپ دِکھیں، آج بھی چاند اکیلا لاگے
دل بھی زخمی جگر بھی زخمی
عشق کے خنجر روز چُبھیں، آج بھی چاند اکیلا لاگے
آگ عزیزؔ کی کون بُجھائے
درد کے دل میں دھوئیں اٹھیں، آج بھی چاند اکیلا لاگے

☆☆☆

میں ہوں طالب مرے جانی فقط تیری عنایت کا
بڑا بھروسہ ہے تم پرغم دل کی شفاعت کا
مرا ویران آنگن ہے، ہوا جب سے جدا تُو ہے
مرا دل ہو گیا بیمار، اس دل کی دوا تو ہے
ترے بن کوئی بھی چارہ نہیں میری مصیبت کا
مری آنکھیں بچھی رہتی ہیں، تیری راہ میں دلبر
زیادہ اس سے کیا ہوگی، عبادت دوسری بہتر
اگر تو آ گیا، ہوگا مزہ دوگنا عبادت کا
جدائی میں ترے دلبر، کئی میں نے ستم جھیلے
اکیلی میں اکیلا دل، لگے ہیں درد کے میلے
تو ہی ایک حال محرم ہے، ذکر تم سے ہو چاہت کا
تو ''احمد شاہ'' کے گھر جب، مرے ساجن پھر آئے گا
یہ دل اپنے پرانے غم، الم سب بھول جائے گا
چلوں گا جانب منزل، سہارا لے کے رحمت کا

☆☆☆

شنکر ساگر

لوٹ بھی آ دلدار
آئی رت برسات کی
تنہا میری روح ہے
اور دردوں کی یلغار
آئی رت برسات کی
بجلی چمکے تو لگے
پریتم کے انوار
آئی رت برسات کی
ہوں گی کب میرے گلے
تیری باہیں ہار
آئی رت برسات کی
آج میرے انگ انگ سے
پھوٹا تیرا پیار
آئی رت برسات کی

☆☆☆

ضیاء حیاروی

تیری جوت جمال کمال کے ہیں، جھنسار ہزاروں ایک نہیں
کسی مصنوئی سنگھار بنا، سنگھار ہزاروں ایک نہیں

تیرا ناز انداز نیا ہر پل، تیرا ساز آواز نیا ہر پل
تیرا رنگ ممتاز نیا ہر پل، اسرار ہزاروں ایک نہیں

تیرا قد اور قامت یار عجب، تیرا روپ سروپ اسرار عجب
تیرا حسن ہزار بہار عجب، گلزار ہزاروں ایک نہیں

تیرا ظاہر، نور ظہور ہوا، ہر بحر شہر مشہور ہوا
ضیاؔء جلوہ، جلوہ طور ہوا، کہسار ہزاروں ایک نہیں

☆☆☆

علی گل رند

جس نے مجھے مخمور کیا ہے
یاد اسے کرتا ہی رہوں گا

پلکیں اٹھا کر دیکھنے والی
آنکھوں نے معمور کیا ہے
یاد اسے کرتا ہی رہوں گا

میں نے عمر بھر جس کو چاہا
اس نے مجھے رنجور کیا ہے
یاد اسے کرتا ہی رہوں گا

''علی گل'' پریت میں اس کی
مرنا بھی منظور کیا ہے
یاد اسے کرتا ہی رہوں گا

☆☆☆

شاہ مردان ریگستانی

سر ساجن پر صدقے صدقے، لاکھوں بار کروں گا
عشق کو شہرت دوں گا
ساجن تیرے در پہ رہوں گا
تیرا در میں نہیں چھوڑوں گا
تیرے گھر کا پانی بھروں گا
عشق کو شہرت دوں گا
قائم دائم پریت ہماری
کبھی نہ ٹوٹے اپنی یاری
تیرا ہوں میں تیرا رہوں گا
عشق کو شہرت دوں گا
''مردان'' کا تُو دلبر جانی
تیری میری ایک کہانی
ساتھ جیئوں گا ساتھ مروں گا
عشق کو شہرت دوں گا

☆☆☆

امن سندھی

تقدیر میں دیکھوں تمہیں، تدبیر میں دیکھوں تمہیں
ہر جائے تو ہے روبرو
تقریر میں دیکھوں تمہیں
تحریر میں دیکھوں تمہیں، ہر طور تیری گفتگو
ہر جائے تو ہے روبرو
انسان میں دیکھوں تمہیں
ایمان میں دیکھوں تمہیں
تیری ہے رحمت کوبکو
ہرجائے تو ہے رُوبرو
آواز میں دیکھوں تمہیں
سُر ساز میں دیکھوں تمہیں
تُو گونجتا ہے چار سو
ہر جگہ ہے تو رُوبرو
پورب پچھم میں تُو ہی تو
عرب و عجم میں تُو ہی تو
تو ہے جہاں کی آبرو
ہر جگہ تُو ہے روبرو
افلاک میں دیکھوں تمہیں
اولاک میں دیکھوں تمہیں
تیری ہے مجھ کو جستجو
ہر جگہ تُو ہے رُوبرو

☆☆☆

بہاول شاہ بخاری

''ہُو'' سے مل کر ہُو ہُو گئے ہو
ہُوا ہُو ہُو ہُو، ہُو ہُو ہُو ہُو
''قابَ قوسین اوادنٰی'' کی
رِند ہی دیکھیں رُو
ہوئی کوئی بات انوکھی
درویشوں سے دُوبدُو
کثرت وحدت، وحدت کثرت
جوگیوں کی ہے جستجو
خام خُودی کے ورق بُھلا کر
محبت میں ڈوبے مُو بمُو
''بہاول شاہ'' یہ برہ کی بازی
جیت گئے خوشرُو
ہُو ہُو ہُو ہُو ، ہُو ہُو ہُو ہُو

☆☆☆

ا۔ اللہ ہُو

گل محمد قلبی

آ جا گیت پریت کے گائیں
ادھر اُدھر کیوں ٹھوکر کھائیں
چُھپا کے رکھیں من میں محبت
اپنی راہ ہو راہِ الفت
خام خیال بُھلائیں ادھر اُدھر کیوں ٹھوکر کھائیں

آ جاؤ دل دل سے ملائیں
محبت کا مہران بہائیں
پریت کی ریت رچائیں ادھر اُدھر کیوں ٹھوکر کھائیں

تیرے بنا دل میرا پریشاں
غم کے بحر میں ہوں میں غلطاں
مجھ کو پار لگائیں ادھر اُدھر کیوں ٹھوکر کھائیں

"قلبی" ہے تیرا ہی ہمدم
دم دم اس کو تیرا ہے غم
دل اس کا بہلائیں ادھر اُدھر کیوں ٹھوکر کھائیں

☆☆☆

میر ناظم تالپور

پردیسی پنچھی چھوڑ کے دانہ پانی چلے گئے
مجھے چھوڑ کر میرے جانی چلے گئے
وہ مہمان بنا کر میرے ہاں آئے تھے
بہت روکا میں نے، مگر یاں نہ ٹھہرے

چھوڑ کے ہائے ادھوری کہانی چلے گئے
مجھے چھوڑ کر میرے جانی چلے گئے
میں نظریں جما کر ان کی راہ دیکھوں
وہ آئیں تو رستوں پہ میں عطر چھڑکوں
ہائے بھلا کر پریت پرانی چلے گئے
مجھے چھوڑ کر میرے جانی چلے گئے
صبر کر اے دل رہ تُو راضی رضا پر
بھروسہ ہو "ناظم" تیرا بس خدا پر
اشکوں کی بس دے کے نشانی چلے گئے
مجھے چھوڑ کر میرے جانی چلے گئے

☆☆☆

محمد ابراہیم داغ ٹکھڑائی

(پ۔۱۹۱۶ء) محمد ابراہیم ولد حاجی محمد عثمان نے ۲۰ سال کی عمر میں شاعری کا آغاز کیا۔ غزل کے معروف شاعر ہیں۔

کئی دن گذرے تو نہ آیا صنم
دیکھے رستے تیرے، ڈھونڈے تیرے قدم
میرا پیار بھی تو، میرا پیارا تو
میرے دل اور جان کا سہارا تو
میری قسمت کا ہے ستارا تو
میرا پیار ہے تجھ سے، تیری قسم
تجھے ساجن پل پل یاد کروں

میں تو آنسو بہاؤں آہیں بھروں
ہر وقت شمع کی طرح جلوں
تیری فرقت میں ہو جاؤں بھسم
آجا، "داغ" کے گھر دلدار آجا
دل میرا پکارے تو یار آجا
من تیرے سونا سنسار آجا
آجا، کر نہ غریب پہ اتنا ستم

☆☆☆

میر علی نواز خان نازؔ تالپور

(۱۸۸۴ء۔۱۹۳۵ء) میر علی نواز خان نازؔ والیٔ ریاست خیر پور میرس کے میر امام بخش تالپور کے فرزند تھے۔ نثر اور نظم میں لکھتے تھے۔ ان کے کلام کے کچھ مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا کلام اُردو اور سندھی میں میسر ہے۔

میرا پُنہل ہے بے پرواہ سکھی
میں ہوں اس کے بنا گمراہ سکھی
دیکھوں اس کے راستے رو رو کر
بن اُس کے جینا گناہ سکھی
میں ہوں اس کے بنا گمراہ سکھی
مجھے سکھیو، بہنو دعائیں دو
کرے مجھ سے وہ آ کے نباہ سکھی
میں ہوں اس کے بنا گمراہ سکھی
تُو تو نازؔ سے دلبر خوش ہو جا
کوئی وصل کی نکلے راہ سکھی
میں ہوں اس کے بنا گمراہ سکھی

☆☆☆

سعید ٹکھڑائی

برہ سے میں بدنام اَلا لا
عشق نے بخشے نام نرالے
میں نے سجن سے ناتا جوڑا
ظلم و ستم نے کہیں کا نہ چھوڑا
زخم لگے ہر گام اَلا لا
عشق کے دیکھے کام نرالے
یہ کالی کجرالی آنکھیں
بندوقیں دونالی آنکھیں
اُٹھیں تو کام تمام اَلا لا
ان سے ہوئے قتلام نرالے
''سعید'' پہ ساجن کر سرداری
آجا پریتم توڑ نہ یاری
چھوڑ خیالِ خام اَلا لا
پریت کے دے انعام نرالے

☆☆☆

نظام الدین زائرؔ

(۱۹۴۴ء) نظام الدین ولد سونہارو خان خیر پور میرس میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک معروف شاعر ہیں۔ ان کا فن جدید اور قدیم اقدار کا حامل ہے۔ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں جن کے کلام میں موسیقیت اور ترنم پایا جاتا ہے۔

میرا نازک حال، فرقت تیری جان جلائے
مجھ کو ہے تو ہر دم پیارا
تیرا خاص خیال، فرقت تیری جان جلائے
روتے روتے، اور تڑپتے
ساعت، سمجھوں سال، فرقت تیری جان جلائے
آس ہے میرے من میں پریتم
ہوگا کبھی تو وصال فرقت تیری جان جلائے
دردوں کی تفسیر ہے جانی
''زائرؔ'' کا حال احوال، فرقت تیری جان جلائے

☆☆☆

سلیم گاڑہوی

(۱۹۲۵ء۔۱۹۸۷ء) ان کا اصل نام الہہ ورایو ولد اللہ ڈنو مہر تھا۔ خیر پور ضلع سے تعلق رکھتے تھے۔ شاعری کے فن میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ تقریباً تمام اصناف میں طبع آزمائی کی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں دیسی ماحول کو ترجیح دی۔

سپنے کر ساکار سَجن مُجن آجا
اے سوہنوں کے سردار سَجن مُجن آجا
تو بن دنیا راس نہ آئی
عشق نے میری جان جَلائی
برہ سے میں بیمار، سَجن مُجن آجا
ساون لوٹا، بوندیں برسیں
تیرے دید کو آنکھیں ترسیں
کر کے سولہ سنگھار سَجن مُجن آجا
سانس کو ساز بنایا میں نے
چاہت چنگ بجایا میں نے
سُن دردوں کے سُر تار سَجن مُجن آجا
ہر دن ہر دم تیری باتیں
روتے روتے گزریں راتیں
دل میں ہے ذکرِ یار سَجن مُجن آجا

☆☆☆

سوز ہالائی

(جنم ۵ دسمبر، ۱۹۳۷ء) اللہ ڈنو (سوز ہالائی) ولد محمود بھنبھرو ہالا ہرانہ میں پیدا ہوئے۔ وکالت کے پیشے سے منسلک رہے۔ شاعری میں غزل ان کی شناخت بنی۔

کھلیں گے کاک کنول او سانول تب ہی ملیں گے ہم
مہندی لاگے ہاتھ ہوں، نینوں میں کاجل

او سانول تب ہی ملیں گے ہم
ہوگا پیار آزاد جب، باجے گی پایل
او سانول تب ہی ملیں گے ہم
اپنی ہوں گی ساعتیں، اپنے ہوں گے پل
او سانول تب ہی ملیں گے ہم

☆☆☆

احمد خان آصف مصرانی

(۱۹۲۲ء۔۱۹۸۹ء) احمد خان آصف ولد محمد اسماعیل مصرانی گاؤں منو بر تحصیل خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو میں پیدا ہوئے۔ نثر اور نظم میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ بہت سی ادبی تنظیموں سے وابستہ رہے۔ عروض شاعری میں مہارت رکھتے تھے۔

پریت پریتم سے ہی پا کر، ہے عبادت میں نے کی
دید دلبر سے ملا کر، ہے عبادت میں نے کی
عشق آنکھوں کے توسط سے ہوا پختہ بہت
ساری دنیا سے چھپا کر، ہے عبادت میں نے کی
میری دنیا، عشق سے اُن کے، ہوئی رنگین ہے

باغ الفت کا بنا کر ہے عبادت میں نے کی
دل کی دھڑکن، سانس کی گرمی و راحت روح کی
سانس میں ساجن بٹھا کر، ہے عبادت میں نے کی
عشق میں ''آصف'' شہادت کا مجھے رُتبہ ملا
دے کے سر معراج پا کر، ہے عبادت میں نے کی

☆☆☆

مچل جوگی

پھیلائے خوشبو ہوا، کینجھرا کھلے کنول
آجااب سانول

من میں تیرا دررد بڑھا ہے، آنکھیں ہیں جل تھل
آجااب سانول

نین اٹھا مسکرا کر دیکھ، بننے لگے غزل
آجااب سانول

اب تک تو آیا نا ساجن، روکا کس نے پنھل
آجااب سانول

☆☆☆

ا ٹھٹہ سندھ کے قریب جھیل

عاجزاُجن

تو بن کیسی عید او ساجن، تو بن کیسی عید
تیرے رستے دیکھ دیکھ کر
دھندھلی ہو گئی دیدا، او ساجن، تو بن کیسی عید
آجا میں تُو ایک ہو جائیں
ساعت ہے یہ سعید، او ساجن، تو بن کیسی عید
روٹھنا تیرا اچھا نہیں ہے
روٹھ نہ مجھ سے مزید، او ساجن، تو بن کیسی عید
میں تو آپ کی ''عاجز'' ٹھہری
نوکر زر خرید، او ساجن، تو بن کیسی عید

☆☆☆

نظر ـ

پروفیسر بشیر احمد شاد

(جنم اپریل ۱۹۳۲ء) پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد شاد کا جنم شکار پور میں ہوا مگر نوکری کے بعد لاڑکانہ میں مستقل رہائش اختیار کی۔ وہ ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ شاعری کے ساتھ ساتھ انھوں نے افسانہ، تراجم، تحقیق اور تنقید پر بھی کتب اور مضامین تحریر کیے۔

آنکھوں کا کشکول، یہ دیکھو آنکھوں کا کشکول
یہ بجلی کی صدا نہیں ہے
بول، فقط دو بول، یہ دیکھو آنکھوں کا کشکول
ہیرے موتی، میں نا مانگوں
یاں کنکر بھی انمول، یہ دیکھو آنکھوں کا کشکول
آس نراس میں ڈھل نا جائے
پریت نہ میری رول، یہ دیکھو آنکھوں کا کشکول
تیرے در پر "شاد" سوالی
ملے پیار اسے بے مول، یہ دیکھو آنکھوں کا کشکول

☆☆☆

عاشق ھالائی

پل پل میں رنجور، ہر ساعت ناسور بنی ہے

عشق تیرے کی ہے یہ عنایت

نہیں کسی کا قصور، ہر ساعت ناسور بنی ہے

درد ہزاروں جھیل رہی ہوں

جو بھی ملا منظور، ہر ساعت ناسور بنی ہے

سورج چاند ستارے سارے

تم بن ہیں بے نور، ہر ساعت ناسور بنی ہے

شیشے جیسا نازک تھا دل

ہوگیا چکنا چور، ہر ساعت ناسور بنی ہے

چاہت تھی ''عاشق'' کی جس سے

ہوا وہ دلبر دور، ہر ساعت ناسور بنی ہے

☆☆☆

صوفی چیزل شاہ فتح پوری

(۱۹۱۴ء۔۱۹۸۴ء) صوفی شاعر رکھیل شاہ کے فرزند چیزل شاہ فتح پور میں پیدا ہوئے۔ چیزل شاہ کا کلام سندھی، سرائیکی، اردو اور فارسی میں ہے۔ ان کے ابیات اور کافیوں میں خیال کی بلندیوں کے ساتھ فراق کا ایک بلند آہنگ بھی موجود ہے۔

تیری الفت ہی دن رات
کرے ناوان مجھے
پیر مغاں نے مجھ سے کہا ہے
مرنا جینا اثبات ، ملا فرمان مجھے
عشق کے غم نے، گھیرا ڈالا
جل گئیں شش جہات، ہوا نقصان مجھے
بے خود ہو کر، بحر میں ڈوبا
رمزوں کی رسات، کریں نشان مجھے
"چیزل" سر بے دار پہ آیا
سن یہ برہ کی بات، سن سلطان مجھے

☆☆☆

سراپا تو قیامت ہے
مگر میں کچھ نہیں کہتا

وفا تیری، جفا جیسی
جفا تیری، سزا جیسی
سزا تیری، مصیبت ہے
مگر میں کچھ نہیں کہتا

یہ تم کو پوجنا میرا
مجھے ٹھکرانا یہ تیرا
تری انا سے نفرت ہے
مگر میں کچھ نہیں کہتا

بہاریں لوٹ آئیں گی
فضائیں گنگنائیں گی
یہی فطرت کی فطرت ہے
مگر میں کچھ نہیں کہتا

☆☆☆

اسداللہ شاہ اسد

''تذکرہ شعراء تکھر'' کے مصنف اور سندھ یونیورسٹی میں فارسی کے استاد تھے۔ سندھی ادبی بورڈ کے سیکرٹری بھی رہ چکے ہیں۔ سندھی کافی اور غزل کے عمدہ شاعر تھے۔

یار نہ توڑ تُو یاری وے
کر دے، میری معاف خطائیں
محبت مِلن کی میرے مَن پر
طلب ہمیشہ طاری وے
راتیں، بیٹھے گذری جائیں
یار نہ توڑ تُو یاری وے
یاد تیری میں، خون کے آنسو
توبہ توبہ زاری وے
آئیں مجھ کو راہ دکھائیں
یار نہ توڑ تُو یاری وے
رُت برسات کی لوٹ کے آئی
باغوں میں ہے بَہاری وے
پیاس ''اسدؔ'' کی کیوں نہ بُجھائیں
یار نہ توڑ تُو یاری وے

☆☆☆

حکیم لالا آنند پرکاش

گئی ہے روٹھ کر قسمت، نہ جانوں میں خدا جانے
نہیں چلتی کوئی حُجت، نہ جانوں میں خدا جانے

الگ میں ہو گئی اپنوں سے، اور اپنے وطن سے بھی
یہ کیسی ظلم کی ظلمت، نہ جانوں میں، خدا جانے
میں کب آزاد ہو کر جاؤں گی ''پرکاش'' اپنوں میں
ملے گی کب مجھے عزت، نہ جانوں میں خدا جانے
گئی ہے روٹھ کر قسمت، نہ جانوں میں، خدا جانے

☆☆☆

ولی محمد وفا پلی

(جنم ۷ دسمبر ۱۹۴۴ء) ولی محمد وفا پلی اپنی غزلیہ شاعری کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ ان کی غزلیات نہایت رنگین اور جذبات سے سرشار ہیں۔ غزل کے علاوہ گیت، وائی، نظم اور قطعہ بھی ان کی پسندیدہ اصناف ہیں۔ عشقیہ شاعری میں وفا کے تجربے نہایت دلکش ہیں۔

درد ہزاروں ایک ہے دل
مرنا آساں جینا مشکل
بھٹک بھٹک کر ہم تھک ہارے نہیں ملی منزل
مرنا آساں جینا مشکل
ذوقِ نظر کی حد نہیں ہے

کہاں شوقِ ساحل کون چاہے گا جینا
مرنا آساں جینا مشکل
کتنی ہے ویراں ویراں سی
یار بنا محفل کون چاہے گا جینا
مرنا آساں جینا مشکل
تیرا ''وفا'' بیگانہ سا ہے
احساں کر آ مل کون چاہے گا جینا
مرنا آساں جینا مشکل

☆☆☆

غمدل فقیر

(۱۸۶۷ء۔۱۹۷۲ء) فقیر عبدالخالق (غم دل فقیر) پنو عاقل ضلع سکھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں انھوں نے اپنی شاعری قلمبند نہیں کی۔ ۱۹۴۸ء کے بعد اپنے اشعار قلمبند کیے، جو "گلزار غم دل" رسالے کی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔

گلیاں پریم نگر کی، حضرت عشق پھرائے
جوگی رمز چلائے
رانجھن رنگپور راہی
کر کے تخت تباہی
من کا محرم ماہی کیسے کھیل رچائے
جوگی رمز چلائے
چلے چاک والی چالی[1]
پھرے مست موالی

دُھن جنسی والی میری نیند اُڑائے
جوگی رمز چلائے
بھسمی[2] روپ بنا کے
چلا رنگ مٹا کے
دونوں نین لڑا کے "غمدل" نام رکھائے
جوگی رمز چلائے

☆☆☆

[1] چال
[2] بھسم شدہ، جلا ہوا، راکھ سا

خیر محمد یوسفانی

دھواں دردِ دل کا اٹھا کر چلے ہم
اندر میں مصائب چھپا کر چلے ہم
وصل ہوگا اپنا محبوں سے آخر
جدائی میں دل جاں جلا کر چلے ہم
اندر میں مصائب چھپا کر چلے ہم
کریں یاد پل پل، پریتم کو اپنے
قصہ پیار والا سنا کر چلے ہم
اندر میں مصائب چھپا کر چلے ہم
خدایا وہ آئیں، دل آنگن میں بیٹھیں
یہی ''یوسفانی'' دعا کر چلے ہم
اندر میں مصائب چھپا کر چلے ہم

☆☆☆

پروفیسر گل بُرزو

(پ ۱۹۳۶ء) گل حسن گل بزدہ شعبہ ادویات سے تعلق رکھتے تھے۔ بحیثیت پرنسپل ریٹائر ہو چکے۔ نثر اور نظم میں ان کی تحریریں مختلف رسائل و اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

بچّن کو بھی سلام ہو
خوشی کا اہتمام ہو
زبان کو کہہ کہ چپ رہے
نظر کو کہہ کلام ہو، بچّن کو بھی سلام ہو
خوشی کا اہتمام ہو
ہے جو انتظار بھی
قرار سے قیام ہو، بچّن کو بھی سلام ہو
خوشی کا اہتمام ہو
جفا کی بات بھی نہ کر
وفا کا انتظام ہو، بچّن کو بھی سلام ہو
خوشی کا اہتمام ہو
اگر کہیں پہ "گل" ہے
تو اس کا احترام ہو، بچّن کو بھی سلام ہو
خوشی کا اہتمام ہو

☆☆☆

مقصود گل

(پ۔۱۵راپریل،۱۹۵۰ء) مقصود گل اصل نام قاضی مقصود حیات ہے۔ آپ کا تعلق رتھ دیرو ضلع لاڑکانہ سے ہے۔ مقصود گل نے کئی اصناف میں شاعری کی ہے۔ ان کی شاعری با مقصد، سماجی عکاسی سے بھرپور اور فنی خوبیوں سے لبریز ہوتی ہے۔ آپ کی شاعری کے کچھ مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

دانا اپنی دین کو اب تو
اے شاعر کچھ کھول
بول کوئی تو بول
بجھے بجھے سے دل ہیں سب کے
آہوں کا سیلاب
ہر ایک آنکھ میں آب
ایسی کوتا چھیڑ کوی اب
مُسکائے ماحول
بول کوئی تو بول
تھرا، کاچھو اور لاڑ سَرو کے
لوگ سبھی مجبور
دردوں کا دستور
تار ہلا کر، چنگ بجا کر
کانوں میں رس گھول
بول کوئی تو بول
ہر اک دل میں دکھ کا دریا
نینوں میں ہے تراس
پلکوں پر ہے پیاس
"گل" گل چُن کر جگ میں بانٹو
بھردو کوی کشکول
بول کوئی تو بول

☆☆☆

لے سندھ کے طبعی حصے

ساگر کنبوہ

مجھے ہیں یاد میرے دلربا دلدار کی باتیں
نہ بھولوں گا کبھی ، اپنے پیا کے پیار کی باتیں
نہ بھولوں گا کبھی

بڑے ہی شوق سے اس نے کیا بیوپار الفت کا
نگاہوں کے نظارے سے ہوئیں اقرار کی باتیں
نہ بھولوں گا کبھی

عجب ابرو، گلابی لب، نشیلی آنکھ دلبر کی
ہوئیں تحریر اس دل میں رنگیں رخسار کی باتیں
نہ بھولوں گا کبھی

سراپا حسن ہے ساجن، بنا سنگھار بھی میرا
کروں کس سے، پریتم کے سچے سنگھار کی باتیں
نہ بھولوں گا کبھی

کروں میں بات، اس کی کیا، ادائیں سب مثالی ہیں
حسن سے بھی حسیں تر ہیں یگانہ یار کی باتیں
نہ بھولوں گا کبھی

☆☆☆

لیاقت علی

میرا دل کر کے سو ٹکڑے
سجن تو نے مجھے مارا
سجن تُو جس طرف جائے
میرا دل اس طرف آئے
میں نے پھر بھی ہیں غم پائے
نہ بجھ پائے، وہ اندر میں اگن بھڑکے
میرا دل کر کے سو ٹکڑے
سجن تو نے مجھے مارا
تو نے چھوڑا مجھے ساجن
مرا سونا ہے گھر آنگن
بنی میں تن تیرے برہن
مرے زخموں پہ ہر کوئی نمک چھڑکے
میرا دل کر کے سو ٹکڑے
سجن تو نے مجھے مارا
''لیاقت'' سے تو مل دلبر
جدائی کی نہ باتیں کر
مرا ہو جا تُو اے رہبر
اَماوس رات بجلی زور سے کڑکے
میرا دل کر کے سو ٹکڑے
سجن تو نے مجھے مارا

☆☆☆

علی دوست عاجز

(۲، نومبر، ۱۹۶۳ء) علی دوست عاجز موجودہ دور کے معروف شاعر ہیں۔ وہ غزل کے پختہ شاعر ہیں۔ ان کے شعری مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔

تیری ہی تیری
یادیں میرے من میں
کھلے پھول گلاب کے
دھرتی ہے مہکی
یادیں میرے من میں
تیری آنکھیں اجنبی
مجھے لگیں اپنی
یادیں میرے من میں
آج تو میرے ہاں ٹھہر
کل ہوگی، کل کی
یادیں میرے من میں
اُلا عاجز سے کبھی
یاد نہیں بھولی
یادیں میرے من میں

☆☆☆

گلبدن آصف

میری جوانی دلبر جانی، سر بھی تم پہ نثار الا
میرا تم سے پیار الا
تمہیں پکاروں، نیر بہاؤں، تیرے لیے دلدار الا
میرا تم سے پیار الا
سارا زمانہ کہے دیوانہ، پھر بھی میرے یار الا
میرا تم سے پیار الا
یہ دل میرا، ہجر سے ٹوٹا، پھر بھی ترا انکار الا
میرا تم سے پیار الا
انگ دکھائے، آگ لگائے، عشق کے یہ آثار الا
میرا تم سے پیار الا
تڑپ تڑپ کر، جاگا شب بھر، عمر گئی بیکار الا
میرا تم سے پیار الا

☆☆☆

SINDHI
Waee/Kafee
ISBN-978-969-472-293-1
PAKISTAN ACADEMY OF LETTERS